فلاح دارین
مفت سلسلۂ اشاعت کتب نمبر ۱۱

مقدمۂ
لطائف المنن

مؤلف:
عارف ومعرّف، واصل ومُوصل، قطب وغوث
شیخ احمد بن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: شیخ طریقت، رہبر شریعت
مفتی محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی مدظلہ العالی
(جنرل سیکریٹری طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل)
(رئیس دارالافتاء Qtv)

ناشر: طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ (انٹرنیشنل)

عرض مدعا

الحمد للّٰه والصلاة والسلام علی رسول اللّٰه وعلی آله وأصحابه وأهل بیته وذریته أجمعین.

الحمد للہ طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ کے مفت سلسلۂ اشاعت کتب بنام **"فلاح دارین"** کی گیارہویں کتاب **"مقدمۂ لطائف المنن"** آپ کے ہاتھوں میں ہے، حضرت شیخ عطاء اللہ الاسکندری المحدث سلسلۂ شاذلیہ کے عظیم بزرگوں میں سے ہیں آپ کے اپنے شیخ حجت صوفیہ حضرت شہاب الدین ابو العباس بن عمر انصاری مُرسی ہیں اور ان کے پیر و مرشد، سلسلۂ شاذلیہ کے بانی امام، قطب، شیخ ابو الحسن شاذلی ہیں، شیخ عطاء اللہ الاسکندری علیہ الرحمہ نے ان دونوں بزرگوں کے احوال پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "لطائف المنن في مناقب أبي العباس وشیخه أبي الحسن" ہے، یہ رسالہ اس کتاب کا مقدمہ ہے، شیخ طریقت رہبر شریعت مفتی ابوبکر صدیق صاحب نے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ شروع فرمایا ہے، تاکہ عوام الناس بلکہ خواص اہل علم ان بزرگوں کے اقوال، اعمال اور ان کے بیان کردہ اوراد سے استفادہ کریں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس عظیم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

جو حضرات "فلاح دارین" کے اس سلسلہ کے ممبر بننا چاہیں وہ ایک سال کے ڈاک کا خرچہ 150 روپے بھیج کر اس کے ممبر بن سکتے ہیں، ان شاء اللہ ہر ماہ ایک کتاب ان کے ایڈریس پر روانہ کردی جائے گی اور جو حضرات اس سلسلے میں تعاون کرنا چاہیں وہ درج ذیل نمبر پر فون کرکے رابطہ کر سکتے ہیں:

موبائل: 0321-2097440

ادارہ: طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل

باب اوّل

تعارف کتاب از مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے اللہ تو ہمارے سردار محمد ﷺ اور ان کی آل پر درود وسلام نازل فرما۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہے کہ جس نے اپنے اولیاء (دوستوں) کے لئے محبت کا دروازہ کھولا، اور ان کے نفوس کو دوری کی رسی سے آزاد کیا پس وہ لوگ اُس کی خدمت میں مستعد ہوگئے۔ اِن کی عقول کو اپنے نور سے بڑھایا پس اُنھوں نے اُس کی عجائبات قدرت کا معائنہ کیا، اَغیار سے اُن کے قلوب کی نگہبانی کی، اور ان سے آثار کی صورتوں کو مٹا دیا حتی کہ اُن کے دل معرفت کے حصول میں کامیاب ہوگئے۔ اُسی نے اُن کی ارواح کے لئے اپنے کمال کی پاکیزگی اور جلال کی صفات ظاہر کی پس وہ اُس کی حضوری کے اَسیر ہوگئے۔ اُنھیں اپنے قرب کے رازوں اور اپنی کشش کی لپک سے فائدہ پہنچایا پس وہ اُس کی احدیت کی گواہی سے متحقق ہوگئے۔ اُن کو اُن سے لے کر انھیں اپنی ذاتوں سے فانی کردیا پس وہ اُس کی ہُویّت کے سمندر میں غرق ہوگئے۔ اَہل خصوصیت کے لئے تفرقہ کے لشکروں کو جمع کی کتاب سے الگ کردیا۔ اور اسرار کے تعلقات کی مدد کے انوار سے حفاظت کی تاکہ وہ اس کی غیر فردیت کا مظہر ہوجائے۔

اُسی نے علوم کے ستاروں کو نجوم (سمجھ) کے آسمان پر ظاہر کیا کہ حضرتِ ربوبیت کی جانب سفر کرنے والوں کو ہدایت دیں۔ توحید کے چاند کو تفرید کے میدان میں روشن کیا پس کائنات اس کی ازلیت کے وجود میں سمٹ گئی، جیسا وہ ازل میں تھا ویسا ہی ابد میں ہوگا بلکہ مخلوق کے اعتبار سے قطع نظر، وہی اول وآخر ہے، وہی ظاہر وباطن ہے۔ کائنات ہے

کیا کہ جو اِس کی بنیاد پر اُس ذات کی قدوسیت کو قیاس کیا جائے؟

میں اس کی حمد بیان کرتا ہوں کہ اُس کے جلال وعظمت کی صفات کے لئے حمد واجب ہے۔ میں اُس کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس کی نعمتوں پر شکر کا استحقاق ہے۔ اور میں اُسی سے اُمید رکھتا ہو اور کیوں نہ اُسی اُمید رکھوں کہ وہی تو ہے کہ جس کی رحمت ہر شی کو گھیرے ہوئے ہے اور اُسی کی نعمتوں نے غیبت وحضوری میں بندوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ میں اس کی احدیت کے حقوق کی بجا آوری میں قصور کا اعتراف کرتا ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ اُس کی ذات وصفات کو احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ بندہ کے لئے اُتنا ہی ہے کہ جتنا اُس ذات نے اِس پر احسان فرمایا اور اُس کی جانب وہی محاسن منسوب کئے جاسکتے جو اُس نے بیان کئے اور آسانیوں اور مشکلوں میں اُسی پر توکل کے ذریعے مدد حاصل کی جاتی ہے۔

وہ زبردست، صاحبِ قدرت وحکمت وقہر اور ہر فاعل کے فعل اور ناظر کی نظر کی نگہبانی کرنے والا ہے۔ دلوں کی بات اس سے پوشیدہ نہیں اور رازوں کے راز اس کے علم سے خارج نہیں۔ اُس نے اپنے مُلک میں اپنی حکمت کو اور اپنے ملکوت میں اپنی قدرت کو ظاہر کیا اور ہر شی کو اپنی پہچان عطا فرمائی چنانچہ کوئی شی ءاس کی ربوبیت کی انکاری نہیں۔ وہ فرماتا ہے أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ [الاعراف]

ترجمہ کنزالایمان: ''سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۔'' اور میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور ہر شی اُس کی اُلوہیت میں اُس کی اَحدیت کی گواہی دیتی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور خلق میں سے اُس کے چُنے ہوئے رسول ہیں جو کہ غیب وشہادت میں اس کے کمال کی خصوصیت کی گواہی دینے والے، اور اُس کی عبودیت میں اپنے مولی کے لئے کمال وفاء کے ساتھ قائم ہیں۔ اللہ ان

پر، اُن کی آل واصحاب پر ایسا دورد نازل فرمائے جو اس کی ابدیت کے ساتھ ہمیشہ جاری رہے اور ان پر خوب سلام نازل فرمائے۔

اَمابعد: (حمد وصلوۃ کے بعد)

میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اس کتاب میں ہمارے سردار، ہمارے آقا، امام، عارفین کے قطب، مہتدین کے رہنما، صوفیہ کی حجت، سالکین کے مرشد، ہالکین کے بچانے والے، علم اسماء، حروف اور دائرہ کے جمع کرنے والے، اپنی بصیرت کاملہ کے نور سے اسرار پر کلام کرنے والے، اہل ایقان کی پناہ گاہ، واصلین کا نچوڑ، معارف کے سورج کو غروب ہونے کے بعد ازسر نو ظاہر کرنے والے، اسرار کے لطائف کو غروب ہونے کے بعد ازسرِ نُو شروع کرنے والے، واصل باللہ اور اللہ تک پہنچانے والے یعنی شہاب الدین ابو العباس بن عمر انصاری مُرسی، اللہ انھیں اپنے قدس کے حظیرہ میں ٹھہرائے اور ہمیشہ اپنے اُنس کے گھاٹوں سے انھیں نفع پہنچائے۔ میں اُن کے شیخ کا ذکر کروں گا کہ جن سے انھوں نے طریقہ لیا، ان کے اسفار، کرامات، علوم واسرار اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ان کے معاملات، ان سے منقول قرآنی آیات کی تفسیر، احادیث کی شرح، حقیقت سے متعلق کلام جو کسی اہل طریقت کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہو اور اس کے معانی مشکل ہوگئے، اور جو انھوں نے اپنے شیخ ابوالحسن شاذلی سے رضی اللہ عنہ نقل کیا، جو اشعار کہے یا جو کچھ ان کے سامنے کہا گیا یا ان کے متعلق کہا گیا۔ میں ان سے متعلق وہ بات ذکر کروں گا جو مستند ہو۔

امام، قطب، شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ کے اصحاب نے آپ کا کلام جملوں کی صورت میں نقل کیا ہے اگر چہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی بلکہ مجھے ان کے حوالے سے یہ بات پہنچی ہے کہ جب ان سے عرض کی گئی، ''اے میرے سردار! آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ پر دلالت کرنے والی اور صوفیاء کرام کے علوم پر مشتمل کوئی کتاب کیوں

نہیں تصنیف فرماتے؟'' تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ، ''میری کتاب میرے اصحاب ہیں'' اسی طرح ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی۔

اس کا سبب یہ ہے کہ صوفیاء کرام کے علوم، تحقیقی علوم ہیں جنھیں مخلوق کی عقلیں برداشت نہیں کرسکتیں۔ میں نے اپنے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ صوفیاء کی کتب میں جو کچھ ہے وہ تحقیق کے سمندر کے ساحلوں کے چند آنسو کے مثل ہیں۔

میرے علم میں نہیں ہے کہ ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے کسی نے آپ کے کلام، آپ کے مناقب اور علوم کے اسرار وغرائب کو جمع کیا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ اور مدد طلب کرنے کے بعد اسی بات نے مجھے راغب کیا کہ میں یہ کتاب لکھوں۔ وہی بہترین مددگار ہے اور میں نے اسی سے دعا کی ہے کہ وہ مجھے روشن راہ کی ہدایت دے۔ میں نے اس کتاب کو ایک مقدمہ، دس ابواب اور خاتمہ پر منقسم کیا ہے۔

جہاں تک مقدمہ کا تعلق ہے تو یہ اس دلیل کی اقامت پر مشتمل ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی آدم میں سب سے افضل ہیں بلکہ افضل البشر بلکہ افضل الخلق ہیں۔ میں نے ہر مقام پر کتاب اللہ عزوجل اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے دلائل قائم کر کے علیحدہ علیحدہ بیان کردیا ہے۔ میں نے بیان کردیا کہ اولیاء کی مدد حقیقت محمدیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اولیاء اللہ انوار نبوت اور اس کے ظہور کے مطلع ہیں۔ میں نے یہ بھی بیان کردیا کہ انوارِ ولایت، انوارِ نبوت سے جڑے ہونے کی وجہ سے دائمی طور پر ثابت ہیں۔ اور میں نے رسالت، نبوت اور ولایت میں بھی فرق بیان کیا ہے۔ میں نے یہ بھی ذکر کردیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان، ''علماء انبیاء کے وارث ہیں'' کا زیادہ حق دار کون ہے۔ میں نے وہ علم بھی بیان کردیا ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے ثناء بیان فرمائی اور وہ کون سے علماء ہیں جو اللہ سے قریب ہیں۔ میں نے اس حقیقت کو

بھی واضح کردیا ہے کہ اولیاء ظاہرین ہی اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلمت کے اوقات میں ان کے انوار کو بڑھادے تاکہ وہ اپنے انوار کی افواج سے غفلتوں کے لشکروں کو شکست دیدیں۔

میں نے اس کتاب میں ولایت کی اقسام، ولی کے مقام کی عزت، اس کے رتبے کی بلندی اور اس کی منزل کی نہایت کو کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا ہے تاکہ تمھارے لئے اولیاء کرام کی خبروں اور کرامات کی تصدیق میں آسانی ہو۔

کتاب کے ابواب درج ذیل ہیں۔

پہلا باب: اُس شیخ کے تعارف کے بارے میں ہے کہ جن کے وسیلہ سے انھوں نے یہ شان پائی اور ان کے معاصر علماء کی گواہی بھی ہے کہ وہ زمانہ کے قطب اور اس زمانے کے اہل عیان کے علم بردار ہیں۔

دوسرا باب: شیخ کی گواہی کہ وہی مقام کے وارث اور وہی پورے طور پر سبقت لے جانے والے ہیں اور ان کی خود اپنے بارے میں ان اخبار پر مشتمل ہے کہ اُن پر کیا عظیم نعمتیں عطا کی گئی ہیں، نیز اس میں اولیاء کرام کی گواہیاں بھی شامل ہیں کہ انھوں نے قرب الٰہی کا اعلیٰ درجہ پایا۔

تیسرا باب: ان کے تجربات، اسفار، مکاشفات اور ان کے اور ان کے مریدوں کے مابین متفق علیہ باتوں پر مشتمل ہے۔

چوتھا باب: ان کے علم، زہد، ورع، بلندی ہمت، حلم، صبر اور طریقہ کی پختگی پر مشتمل ہے۔

پانچواں باب: شیخ کی بیان کردہ آیاتِ قرآنی کی تفسیر اور ان کے مقصود کے اظہار پر مشتمل ہے۔

چھٹا باب: شیخ کی بیان کردہ شرح احادیث اور اہل طریقت کے مذاق پر احادیث کے اسرار کے اظہار پر مشتمل ہے۔

ساتواں باب: شیخ سے منقول اہل حقائق کے کلام کی مشکلات کی تفسیر اور ان کی مناسب توجیہات کے بارے میں ہے۔

آٹھواں باب: اس باب میں شیخ کا حقائق ومقامات سے متعلق کلام اور اس کے مشکل امور کی وضاحت کا بیان ہے۔

نواں باب: آپ کے اشعار یا جو آپ کے سامنے پڑھے گئے یا جو آپ کی خصوصیات سے متعلق کہے گئے۔

دسواں باب: شیخ کے ذکر، دعا، مریدین کے لئے مرتب کردہ احزاب، اور ان کے شیخ ابوالحسن شاذلی کے ذکر اور احزاب پر مشتمل ہے تاکہ بات پوری ہوجائے۔

خاتمہ: اس میں اُن سے ہماری نسبت کے اتصال، ان کی منظوم ونثری وصیتیں ہیں جو اللہ کے قرب پر ابھارتی اور اس کے قرب پر جمع کرتی ہے اور یہی آخر کتاب ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کے وقت وہ باتیں جو میں نے شیخ سے سنیں ان میں سے نہ تو تمام مستحضر ہیں اور جو مستحضر ہیں ان میں سے ہر ایک کا اثبات بھی ممکن نہیں مگر میرا مقصد تو یہ ہے کہ اہل طائفہ خاص طور پر اور دیگر لوگ عمومی طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں تاکہ وہ شخص کہ جس پر اللہ نے خصوصی نعمت کی اور اس کے قلب میں ہدایت کا نور ڈالا ہے اس طائفہ صوفیاء کے احوال پر یقین کرلے اور جھٹلانے والا اعتراف کرلے اور منکر انصاف سے کام لے۔

ہم اس کتاب کے ذریعے اُس شخص کے لئے حجت کو ظاہر کررہے ہیں کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا ارادہ فرمایا، اور اس کے خلاف دلیل بیان کررہے ہیں کہ جس کی عنایت الٰہی سے نصرت نہیں کی گئی۔ پس یہ کتاب اُس کے لئے ولایت کا حصہ ہے جو اس طائفہ کی

تصدیق کرنے والا ہے۔ سیدنا جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ''ہمارے اس علم کی تصدیق ولایت ہے۔'' اور اگر تجھ سے تیرے نفس میں یہ بھلائی (ولایت) فوت ہوگئی تو تو تیرے علاوہ کسی اور میں اِس کی تصدیق سے محروم نہ ہو۔ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ (البقرۃ ۲۶۵، پ۳) ترجمہ کنزالایمان: ''پھر اگر زور کا مینھ اسے نہ پہنچے تو اوس کافی ہے۔''

کسی عارف نے کہا ہے کہ

''فتوحاتِ الٰہی کی تصدیق نہیں ہوتی مگر فتح سے۔''

اس عارف کا یہ قول اللہ کے اس فرمان کے مصداق ہے، وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُوراً فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ [النور: ۴۰].

ترجمہ کنزالایمان: ''اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے کہیں نور نہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (الذاریات ۵۵، پ۲۷)

ترجمہ کنزالایمان: ''اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔''

ارشاد فرماتا ہے، إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ [الزمر: ۹].

ترجمہ کنزالایمان: ''نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں''۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اولیاء کرام کی بیان کردہ باتوں کی تصدیق کرنے والوں میں سے کر دیتا ہے۔ اور اگر اس کی عقل اُن کی باتوں کے سمجھنے سے قاصر ہو تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو صرف وہی عطا فرمائے جسے لوگوں کی عقلیں سمجھ سکیں۔ تحقیق بزرگوں نے فرمایا کہ اولیاء کے جھٹلانے والے پر برے انجام کا خوف ہے۔

شیخ ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جو اولیاء کی کرامات کی تصدیق نہ کرے پس تحقیق اس نے انکار کیا یعنی اس سے امر پوشیدہ ہوگیا اور وہ اللہ کی قدرت کی

شہادت سے مستور ہوگیا''۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے بندوں پر کیے گئے فضل کا اعتراف کرنے والوں اور اپنے محبین پر کی گئی عنایتوں کی تصدیق کرنے والوں میں سے کر دے۔ اور وہی اس کا مالک اور قادر ہے۔

میں نے اس کتاب میں مشکل امر پر کلام، پیچیدہ معاملہ کے حل، روشن امور پر تنبیہ اور اس گروہ (صوفیاء) کو نہ ماننے والوں کی کمزور بصارت پر رازوں کے اظہار میں کمی نہیں کی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی ذات کے لئے خالص کر دے، قطع تعلقی کی کیچڑ سے پاک کر دے۔ اور ہمارے اقوال، افعال، احوال میں صدق کو شامل فرما دے اور ہمیں دنیا و آخرت میں عارفین میں سے کر دے اور ہمیں اپنا فہم اور اپنے کلام کو سننے کی توفیق عطا فرمائے بے شک وہی قدرت والا معبود اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

میں نے اس کتاب کا نام **"لطائف المنن في مناقب الشيخ ابي العباس وشيخه أبي الحسن"** رکھا ہے۔ یہاں سے اس کام کی ابتداء کر رہا ہوں کہ جس کا میں نے قصد کیا، اور اُس کا اظہار کر رہا ہوں کہ جس کا میں نے ارادہ کیا۔ میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں اور محمد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ لیتا ہوں۔ بے شک اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔

مقدمہ

جان لو! جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی نعمت کوتمام اور اپنی رحمت کے فیض کو عام کرنے کا ارادہ کیا تو اس کا فضل عظیم مقتضی ہوا کہ اس کے بندوں پر اس کے وجود کی معرفت کا احسان کیا جائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ازل ہی سے معلوم تھا کہ عام لوگوں کی عقلیں اُس کی ربوبیت سے براہ راست ملنے سے عاجز ہیں چنانچہ اس نے انبیاء ورُسُل کو پوری پوری استعداد عطا فرمائی کہ وہ اس کی اُلوہیت کو سمجھیں اور اس ودیعت کو حاصل کریں جو خاص راز ہے اور اسے دیگر بندوں کی طرف منتقل کریں تا کہ لوگ اُس کی احدیت پر جمع ہوجائیں۔ چنانچہ انبیاء ورُسُل انوار کے برزخ، اسرار کی کانیں، ہدایت دینے والی رحمت اور پاکیزہ نعمت ہیں۔ اُس نے ازل ہی میں اُن کے اسرار کی اغیار کی غلامی سے حفاظت کی، اور اپنی عنایت خاصہ سے اُنھیں غیر کی طرف مائل ہونے سے بچایا پس وہ (انبیاء علیہم السلام) اُس کے سوا کسی سے محبت نہیں کرتے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنے امر میں سے روح ڈالتا ہے اور انھیں اپنی تائید سے مؤید فرماتا ہے۔ نبوت ورسالت کا فلک ہمیشہ رہا یہاں تک معاملہ وہیں پہنچا جہاں سے شروع ہوا اور باب نبوت ورسالت کو اس ذات پر بند کردیا کہ جو انتخاب کے کمال کو پہنچی یعنی ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سید کامل، فاتح خاتم، نور الانوار، سر الاسرار، دنیا وآخرت میں عزت والے مخلوقات میں سب سے بلند شان والے اور سب سے زیادہ فخر والے ہیں۔ خود کتاب اللہ اس حقیقت کو بیان کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء:۱۰۷، پ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: ”اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔“

جس کی وجہ سے کسی دوسرے پر رحم کیا جائے تو وہ اُس دوسرے سے افضل ہوتا ہے اور عالَم خدا کے سوا تمام موجودات کو کہا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ کا تمام بنی آدم سے افضل ہونا خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، **”میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں۔“** (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ و رواہ مسلم وابو داؤد بغیر زیادۃ ولا فخر) اور آدم علیہ السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اس حدیث سے ہے کہ، **”میں اس وقت بھی نبی تھا کہ جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کی حالت میں تھے۔“** (اخرجہ الآمدی والبخاری فی تاریخہ والبغوی وابن السکن وابو نعیم فی الحلیۃ والترمذی فی سننہ بالفاظ مختلفۃ)

سیدنا آدم علیہ السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ **”آدم اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء بروز قیامت میرے جھنڈے تلے ہونگے، اور میں ہی پہلا شفاعت کرنا والا ہوں اور سب سے پہلے میرے ہی شفاعت قبول کی جائے گی، اور (بروز حشر) سب سے پہلے میری ہی قبر کھلے گی۔“** (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

اور وہ مشہور حدیث شفاعت کہ جس کی خبر ہمیں شیخ الاسلام حافظ محدثین کے فقیہ، شرف الدین ابو محمد عبد المؤمن بن خلف بن ابی الحسن دمیاطی کہ میں نے اس حدیث کو ان پر پڑھا اور انھوں نے مجھ پر پڑھا درآنحالیکہ میں سنتا تھا کہ انھوں نے فرمایا کہ ہمیں خبر دی دو شیوخ ایک امام فخر القضاۃ ابو الفضل احمد بن عبد العزیز بن حباب تمیمی اور دوسرے ابو التقی صالح بن شجاع بن سید ھم المدجلی الکنانی، ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہمیں خبر دی شریف ابو المفاخر سعید بن الحسین بن محمد بن سعید عباسی ماموِنی نے، انھوں نے فرمایا کہ ہمیں

خبر دی ابوعبداللہ غزازی نے انھوں نے فرمایا کہ ہمیں خبر دی عبدالغافر فارسی نے ، انھوں نے فرمایا ہمیں خبر دی ابواحمد بن عیسی ابن عمرویہ جلودی نے ، انھوں نے فرمایا ہمیں خبر دی ابو اسحاق ابراہیم بن محمد ابن سفیان فقیہ نے ، انھوں نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسین امام مسلم بن الحجاج قشیری نیشاپوری نے ، انھوں نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی ابو الربیع عتکی نے ، انھوں نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی حماد بن زید نے ، انھوں نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی معبد بن ہلال عنزی نے ۔(ایک دوسری سند) ہمیں حدیث بیان کی سعید بن منصور نے اور انھیں کے الفاظ ہیں کہ انھوں نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی حماد بن زید نے ، انھوں نے فرمایا ہمیں حدیث بیان کی معبد ابن ہلال عنزی نے ، انھوں نے فرمایا ،

"ہم انس بن مالک کی طرف چلے اور ثابت سے سفارش چاہی ، ہم اس وقت تک پہنچے جب کہ وہ چاشت کی نماز ادا فرما رہے تھے ۔پس ثابت نے ہمیں اجازت دی ، ہم ان کے یہاں داخل ہوئے ۔انھوں نے ثابت کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا پس ثابت نے اُن سے کہا کہ اے ابوحمزہ ، یہ بصرہ والوں میں سے آپ کے (دینی) بھائی آپ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ انھیں حدیث شفاعت سنائیں ۔انھوں نے فرمایا کہ ہمیں خبر دی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب قیامت کا دن ہوگا لوگ ایک دوسرے کی طرف موج درموج جائیں گے ، پس وہ آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اپنی اولاد کی شفاعت کریں ۔وہ فرمائیں گے: اس کام کے لئے میں نہیں ہوں بلکہ تم ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں ۔چنانچہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے تو وہ فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لئے نہیں ہوں بلکہ تم موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ کہ وہ کلیم اللہ ہیں ۔پس وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے تو وہ ارشاد فرمائیں کہ میں اس کام کے لئے نہیں ہوں

بلکہ تم عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ کہ وہ روح اللہ ہیں ۔چنانچہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے تو وہ ارشاد فرمائیں گے کہ میں اس کام کے لئے نہیں ہوں بلکہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ ۔وہ لوگ مجھ تک پہنچائے جائیں گے تو میں فرماؤں گا: اس کام کے لئے میں ہوں ۔چنانچہ میں اپنے رب سے اذن طلب کرونگا ۔مجھے اجازت دی جائیگی ، پھر میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوجاؤنگا اور اس کی ایسی حمد بیان کرونگا کہ جس کی میں قدرت نہیں رکھتا سوائے یہ کہ اللہ عزوجل مجھ پر الہام فرمائے گا ۔پھر میں اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجاؤنگا تو مجھ سے کہا جائیگا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھائیے ، آپ فرمائیے آپ کی سنی جائے گی ، سوال کیجئے پورا کیا جائیگا ، شفاعت کیجئے قبول کی جائیگی ۔چنانچہ میں عرض کرونگا کہ اے میرے رب! میری امت میری امت ۔تو وہ فرمائیگا آپ تشریف لے جائیں اور جس کے دل میں گندم یا جو کے برابر بھی ایمان ہو اسے نکال لیجئے ۔چنانچہ میں جاؤنگا اور یہ کام کرلونگا ۔پھر اپنے رب کی طرف لوٹ آؤنگا اور اُس کی ویسی ہی حمد بیان کرونگا ۔پھر میں اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجاؤنگا تو مجھ سے کہا جائیگا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھائیے ، آپ فرمائیے آپ کی سنی جائے گی ، سوال کیجئے پورا کیا جائیگا ، شفاعت کیجئے قبول کی جائیگی ۔چنانچہ میں عرض کرونگا کہ اے میرے رب! میری امت میری امت ۔تو وہ فرمائیگا آپ تشریف لے جائیں اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اسے نکال لیجئے ۔چنانچہ میں جاؤنگا اور یہ کام کرلونگا ۔پھر اپنے رب کی طرف لوٹ آؤنگا اور اُس کی ویسی ہی حمد بیان کرونگا ۔پھر میں اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوجاؤنگا تو مجھ سے کہا جائیگا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھائیے ، آپ فرمائیے آپ کی سنی جائے گی ، سوال کیجئے پورا کیا جائیگا ، شفاعت کیجئے قبول کی جائیگی ۔چنانچہ میں عرض کرونگا کہ اے میرے رب! میری امت میری امت ۔تو وہ فرمائیگا آپ تشریف لے جائیں اور

جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم، اس سے بھی کم بلکہ اس سے بھی کم ایمان ہوا سے آگ سے نکال لیجئے۔ چنانچہ میں جاؤنگا اور یہ کام کرلونگا۔"

یہ وہ حدیث انس ہے کہ جس کی ہم نے خبر دی۔ پھر ہم ان کے یہاں سے چلے، جب ظہر الجبان پہنچے تو ہم نے کہا کہ اگر حسن کی طرف چلتے تو ان کو بھی سلام کر لیتے اُس وقت وہ ابوخلیفہ کے گھر میں چھپے تھے۔ ہم ان کی خدمت میں آئے اور عرض کی: اے ابوسعید! ہم آپ کے بھائی ابوحمزہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ) کے یہاں سے آئے ہیں اور ہم نے شفاعت کے باب میں ایسی حدیث نہیں سنی جو انھوں نے بیان کی ہے۔ تو انھوں نے ہاں کہا، پس ہم نے ان کو وہ حدیث بیان کی تو انھوں نے ہاں کہا۔ ہم نے عرض کی کہ انھوں نے ہمیں زیادہ بیان نہیں کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ انھوں نے بیس سال پہلے ہمیں یہی حدیث بیان کی تھی اور وہ اس وقت صحت مند تھے۔ انھوں نے بعض باتیں چھوڑ دیں مجھے نہیں معلوم کہ وہ بھول گئے یا انھیں تمھارے سامنے بیان کرنا پسند نہیں کیا کہ کہیں تم اسی پر تکیہ نہ کر بیٹھو۔ ہم نے عرض کہ آپ ہمیں بتا دیجئے۔ وہ ہنس دیئے اور فرمایا، (خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ) (انبیاء ۳۷، پ ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: "آدمی جلد باز بنایا گیا"۔ میں تمھارے سامنے یہ بات اسی لئے کی تھی کہ تمھیں بقیہ حدیث بھی بتا دوں۔ وہ یہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ نے مزید فرمایا، **"پھر میں اپنے رب کی بارگاہ میں چوتھی بار حاضر ہونگا۔ اور اُس کی ویسی ہی حمد بیان کرونگا۔ پھر میں اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاؤنگا تو مجھ سے کہا جائیگا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھائیے، آپ فرمائیے آپ کی سنی جائے گی، سوال کیجئے پورا کیا جائیگا، شفاعت کیجئے قبول کی جائیگی۔ چنانچہ میں عرض کرونگا کہ اے میرے رب مجھے ان لوگوں کی شفاعت کی بھی اجازت دیدے جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ**

فرمائیگا کہ یہ آپ کے ذمے نہیں یا فرمائیگا یہ آپ کا کام نہیں بلکہ میری عزت کی قسم، میری کبریائی کی قسم، میری عظمت کی قسم میں اُن لوگوں کو بھی ضرور آگ سے نکالونگا کہ جنھوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔

معبد ابن طلال عزی نے کہا کہ میں حسن کی شہادت دیتا ہوں کہ حسن نے فرمایا کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک سے یہ حدیث بیس سال پہلے سنی درآنحالیکہ وہ اس وقت چاک وچو بند تھے۔

دیکھو اللہ تم پر رحم فرمائے! یہ حدیث کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کی بڑائی اور امر کی جلالت کو ظاہر کرتی ہے۔ اکابر رسول اور انبیاء علیہم السلام بھی اس رتبہ میں آپ کے فریق نہیں ہیں، یہ تو صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لئے مختص ہے۔ یہی شفاعت عامہ محشر والوں کے لئے ہے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق اگر تم کہو کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف معاملے کو کیوں پھیرا، اور اس حدیث کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف، اور حضرت نوح نے حضرت ابراہیم کی طرف، اور حضرت ابراہیم نے حضرت موسیٰ کی طرف اور حضرت موسیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف اور حضرت عیسیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی جمیعھم وبارک وسلم کی طرف کیوں پھیرا؟ ابتداء ہی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دلالت کیوں نہیں کی گئی؟ جان لو کہ اگر ابتداء ہی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دلالت کر دی جاتی تو اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا تھا کہ غیر کو یہ رتبہ حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ہر ایک نبی اپنے بعد والے کی طرف دلالت کرے اور ہر ایک جواب میں کہے کہ میں اس کام کے لئے نہیں ہوں تا کہ رتبہ ثابت رہے اور کوئی اس کا دعویدار نہ رہے یہاں تک لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی خدمت میں آئیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں پس وہ جوابا کہیں: میں ہوں اس کام کے لئے۔

اس حدیث میں دیگر بھی فوائد ہیں کہ ایمان کم زیادہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ معارف الہیہ **لامتناہی** ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ کے قول ''میں اس حمد پر قادر نہیں سوائے یہ کہ اللہ عزوجل مجھے اس کا الہام فرمائے۔ اسی لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، **''میں تیری ثناء کا احاطہ نہیں کرسکتا، تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثناء بیان کی ہے''۔** (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی شاہد ہے، وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْماً (طٰہٰ ۱۱۰، پ۱۶) ترجمہ کنز الایمان: ''اور ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔'' ان کے علاوہ بھی دیگر بہت سے فوائد ہیں اگر ہم ان پر کلام کریں تو کتاب کے موضوع سے ہٹ جائیں گے۔ تحقیق میں نے ہمارے شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا: تمام انبیاء رحمت سے پیدا کئے گئے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عین رحمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سورہ انبیاء: ۱۰۷، پ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: ''اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔'' چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کے فضل سے مشرف، مکرم، ممجد و معظم کیا گیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح بصیرت، اعلیٰ دلائل، ادراک کی قربت اور کھلی راہوں کے ساتھ لوگوں کو رب کی بارگاہ کی طرف بلایا اور انھیں راہ ہدایت پر چلنے اور گمراہی سے بچنے پر ابھارا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ایسی چیز کو ترک نہیں فرمایا جو اللہ کی بارگاہ سے قریب کردے مگر آپ نے اس کی دعوت دی، کسی ایسے ادب کو نہ چھوڑا کہ جس کے ذریعے بندہ اللہ کی معیت حاصل کرلے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ترغیب دلائی۔ اور ہر وہ چیز جو بندوں کو اللہ سے مشغول کردے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

سے ڈرایا اور ہر وہ عمل جو بندوں کو اللہ سے دور کردے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **لوگوں** کو اس سے نکالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو خدا سے دوری سے اور ہلاکت کی وادیوں سے بچنے کی نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ شرک کی رات رخصت ہوئی، اس کے آثار مٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان کا دن روشن کردیا اور اس کے انوار ظاہر ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کا علم بلند اور اس کے نظام کو کامل فرمادیا۔ اس کے فرائض واحکام مقرر اور اس کے حلال وحرام واضح فرمادیئے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے لئے احکام بیان فرمائے اسی طرح اُن کے لئے باب افہام بھی کھول دیا یہاں تک ایک صحابی نے فرمایا کہ، ''تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ آسمان میں اُڑنے والے پرندے کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ علم سے استفادہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ **لَا** إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ **(البقرہ ۲۵۶ پ۳) ترجمہ کنز الایمان:** ''زبردستی نہیں دین میں بے شک خوب جدا ہوگئی ہے نیک راہ گمراہی سے۔'' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا **(المائدہ ۳) پ۶** ترجمہ کنز الایمان: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ، **''میں نے دین کو روشن وصاف چھوڑا ہے۔''** (مسند احمد، ابن ماجہ)

پس اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی جزا عطا فرمائے اُس سے بہتر جزا جو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا فرمائی۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت کے راہوں کا بیان مکمل اور اُن

راستوں کو ظاہر فرما دیا جو بندوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا گیا، آپ نے ''**رفیق اعلیٰ**'' کو چنا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس گھر پہنچا دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہتر اور اچھا ہے۔

پھر حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی گئی ہدایت کے مطابق دعوت الی اللہ کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ہمیشہ کے لئے جاری فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی وارثین کے بارے میں خود حق تعالیٰ شہادت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِيٓ أَدْعُوٓ إِلَى ٱللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِي (یوسف ۸) **ترجمہ کنز الایمان**: ''تم فرماؤ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔''

شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ ''**علی بصیرۃ**'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد معاینہ کر کے یعنی آپ صلی اللہ علیہ اپنے متبعین میں سے ہر ایک کی راہ کا معاینہ فرماتے ہیں پھر اس کے مطابق اسے گامزن فرماتے ہیں۔ شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ نے جو تفسیر ارشاد فرمائی اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصایا شریف ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر صحابی کو اس کے مطابق مختلف وصیت ارشاد فرمائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ''**خرچ کر اے بلال! اور مالک عرش کے کرم سے فقر کا خوف نہ رکھ۔**'' (بزار، طبرانی) اور ایک صحابی سے جو اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتے تھے، فرمایا، ''**تم اپنا مال سنبھال رکھو، تمھارا اپنے ورثہ کو غنی چھوڑنا تمھارے لئے زیادہ بہتر ہے اس سے کہ تم انھیں اس حال میں چھوڑو کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔**'' (صحیح بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے عرض کی کہ مجھے نصیحت فرمائیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''**تم اللہ سے اس طرح حیاء کرو کہ جس طرح اپنی قوم کے شریف آدمی سے حیاء کرتے ہو۔**'' (ابن عدی) جب ایک دوسرے شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نصیحت کی گذارش کی تو ارشاد فرمایا، ''**تو غصہ نہ کر۔**''

میں نے ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ حق تعالیٰ نے اپنے فرمان ''انا ومن اتبعنی'' میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کے لئے بصیرت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ شیخ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''**قل ھذہ سبیلی** ....**علی بصیرۃ ومن اتبعنی** '' کا معنی یہ ہے کہ میرے متبعین میں سے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے وہ بصیرت کے ساتھ بلاتا ہے، اور یہ معنی عین قواعد کے مطابق ہے کیونکہ جب تم کہو کہ ''**زید یدعو الی السلطان علی نصیحۃ ھو و اتباعہ**'' تو اس کا معنی یہی ہے کہ زید کے متبعین بھی نصیحت کی طرف بلاتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہوا تو مطلب یہ ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رسالت کاملہ کی بصیرت کے ساتھ لوگوں کو بلاتے ہیں اور اولیاء اپنے حسب مراتب از روئے قطبیت، صدیقیت اور ولایت کی بصیرت کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''**علماء انبیاء کے وارثین ہیں۔**'' (ابو داؤد و ترمذی) ارشاد فرمایا، ''**بے شک انبیاء اپنے ورثہ میں درہم ودینار نہیں چھوڑتے بلکہ وہ صرف علم ورثہ میں چھوڑتے ہیں۔**'' (ابو داؤد و ترمذی) مزید ارشاد فرمایا، ''**میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔**''

یہاں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے رسولوں کی طرح ہیں، پس بعض لوگوں کا گمان فاسد ہے کہ نبی وہ

ہوتا ہے جسے اپنے نفس میں خبر دی جاتی ہے (یعنی تبلیغ اس کے ذمے نہیں)۔ اور رسول وہ ہے جسے اللہ نے دیگر لوگوں کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجا ہو، مگر یہ بات درست نہیں۔ اگر یہی بات ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان **"میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں"** میں صرف انبیاء کو خاص کرنے کی کیا وجہ ہے رسولوں کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔ اس سوچ کے بطلان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے، وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ (حج ۵۲ ترجمہ کنز الایمان: ''اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے۔''

یہ آیت طیبہ دلالت کرتی ہے کہ بھیجنے (ارسال) کا حکم نبی اور رسول دونوں کو شامل ہے۔ ہاں نبی و رسول کا فرق بعض اہل علم کے نزدیک یہ ہے کہ نبی شریعت جدید کے ساتھ نہیں آتے بلکہ وہ اپنے سے پہلے نبی کی شریعت کو قائم کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے یوشع بن نون علیہ السلام، آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو قائم اور تورات پر عمل کرنے کا حکم دینے کے لئے تشریف لائے تھے، کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے۔ اور رسول جیسے موسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے تو جدید شریعت کے ساتھ تشریف لائے۔ چنانچہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان **"میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔"** سے مراد یہ ہے کہ علماء میری شریعت کو قائم کرنے، اس کی تاکید کرنے اور اس کا حکم دینے کے لئے آتے ہیں جو میں اللہ طرف سے لایا ہوں نہ کہ وہ کسی جدید شریعت کے ساتھ آئیں۔

جان لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین مثل **"علماء انبیاء کے وارث ہیں"** اور **"میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں"** اور **"انبیاء اپنے ورثہ میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے بلکہ وہ تو علم چھوڑتے ہیں"** اور **"خبردار! بے شک**

دنیا ملعون ہے، اس میں جو کچھ ہے ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو اس سے قریب کرے، اور عالم اور متعلم کے" (ترمذی) اور **"بے شک ملائکہ طالب علم کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں"** (ابوداؤد، ترمذی) اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات مثل شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران: ۱۸ ترجمہ کنز الایمان: ''اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔'' اور وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (سورہ مجادلہ آیت) ترجمہ کنز الایمان: ''اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔'' اور بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (العنکبوت: ۴۹ پ ۲۱ ترجمہ کنز الایمان: ''بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔''

ان تمام احادیث اور مذکورہ آیات قرآنی یا دیگر احادیث یا آیات میں جس علم کا ذکر آیا اس سے مراد صرف علم نافع ہی ہے جو نفسانی خواہشات کو مٹانے اور اس کی آگ کو بجھانے والا، خشیت الٰہی پیدا کرنے اور اللہ کی طرف پھیرنے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (الفاطر: ۲۸ پ ۲۲ ترجمہ کنز الایمان: ''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔''

چنانچہ اُس عالم کے علم کو علم نہیں قرار دیا گیا جو اللہ کی خشیت نہیں رکھتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی کہ ''اے رب اس نے کچھ علم حاصل نہیں کیا جس نے تیری خشیت نہ اختیار کی اور جس نے تیری خشیت نہ اختیار کی اس نے تیرا حکم نہ مانا۔'' پس تو ایسا علم حاصل کر جو اللہ کو مطلوب ہے اور ایسی خشیت حاصل کر جس سے تو اللہ کے احکام کی پیروی کرے۔ اور وہ علم جس سے تو دنیا میں رغبت کرے، دنیاداروں کی چاپلوسی کرے، اپنی ہمت کو اس کے کمانے میں صرف کرے، اسے جمع کرے، سنبھال سنبھال کر رکھے، جس

پر فخر ومباہات کرے، لمبی امیدیں باندھے، آخرت کو بھول جائے تو ایسا علم اُس علم سے بہت دور ہے جو انبیاء کا ورثہ ہے۔ کیا وارث کو ملنے والی وراثت اُسی صفت میں وارث کو نہیں ملتی کہ جس صفت میں مُورِث کے پاس تھی؟ بہر حال علماء میں سے جو دنیا کی رغبت کریں وہ اُس شمع کے مثل ہیں جو خود جلتی ہے اور دوسروں کو روشنی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے عالم کے علم کو اُسی کے خلاف حجت بنا دیتا ہے جو اُس کی سزا میں سختی و کثرت کا باعث بنتی ہے۔ تمھیں یہ بات دھوکے میں نہ ڈال دے کہ اس کے علم سے ہر ایک کو فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **"بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد فاسق آدمی سے کروائے گا۔"** (طبرانی)

جو دنیا کے کمانے اور مرتبہ کے حصول کے لئے علم حاصل کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو یاقوت کی چمچے سے گندگی اٹھاتا ہے۔ پس کتنے شرف والے وسیلہ سے کتنی ذلت والی چیز حاصل کی جارہی ہے۔

اور وہ شخص جو اپنے اوقات کو حصول علم میں صرف کرتا ہے اور چالیس یا پچاس سال تک علم حاصل کرتا رہتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا اُس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو مسلسل طہارت ہی حاصل کرتا رہے مگر نماز ایک بھی نہ پڑھے۔ کیونکہ علم کا مقصد تو عمل ہے جیسا کہ طہارت کا مقصد نماز ہے۔ کسی شخص نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ پوچھا، آپ نے اس کا جواب دیا۔ اُس شخص نے کہا کہ فقہاء اس مسئلے میں آپ کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت حسن نے اسے ڈانٹا اور فرمایا تیرا ناس جائے، کیا تو نے کوئی فقیہ دیکھا ہے؟ فقیہ تو وہ ہے جو اللہ کے اوامر و نواہی پر عمل کرتا ہو۔

میں نے ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "جب تم جان چکے ہو کہ دعوت الی اللہ کا سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا تو یہ بھی جان لو کہ اولیاء اللہ سے ظاہر ہونے

والے انوار در اصل نبوت کے انوار کی چمک سے ہیں۔ چنانچہ حقیقت محمدیہ کی مثال سورج کی سی ہے اور اولیاء کے دل چاند کے مثل ہیں۔ اور چاند تو صرف اسی وقت روشن ہوتا ہے کہ جب وہ سورج کے سامنے رہے اور اس میں سورج کا نور چمکے۔ اور سورج دن میں بھی روشن ہوتا ہے اور رات میں بھی چمکتا ہے کیونکہ چاند میں اسی کا نور ہے چنانچہ سورج حقیقۃً غروب نہیں ہوتا۔ پس تم اس مثال سے سمجھ لو کہ اولیاء کرام کے انوار دائمی ہوتے ہیں کیونکہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور چمکتا ہے۔ لہٰذا اولیاء کرام اللہ کی آیات (نشانیاں) ہیں جنھیں وہ اپنے بندوں پر ایک کے بعد ایک کو ظاہر فرماتا ہے۔ تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (جاثیہ ۶) پ۲۵ کنز الایمان: "یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم تم پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔"

میں نے ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا (البقرہ ۱۰۶، پ۱) ترجمہ کنز الایمان: "جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔" میں اسی طرف اشارہ ہے کہ جب ہم کسی ولی کو لے جاتے (وفات دیتے) ہیں تو اس سے بہتر یا اسی کے مثل لے آتے ہیں۔

کسی عارف باللہ سے اولیاء مدد (جن کی وجہ سے خدا کی مدد حاصل ہوتی ہے) کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا کسی زمانے میں ان کی تعداد میں کمی آتی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر اُن میں سے ایک بھی کم ہو جائے تو آسمان بارش کا ایک قطرہ بھی نہ برسائے اور نہ ہی زمین کوئی پودا اُگائے۔ وقت کا فساد اُن کی تعداد کی کمی کی وجہ سے تو ہوتا ہے نہ کہ اُن کی مدد کی کمی کی وجہ سے۔ لیکن جب زمانہ میں فساد آتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ ہوتا ہے کہ اپنے اولیاء کو لوگوں سے مخفی کرلے۔ اور جب کسی زمانے کے لوگ اللہ تعالیٰ سے

اعراض کرنے لگیں، اللہ کے غیر کو مؤثر جاننے لگیں، پندونصائح اُن میں بے اثر ہوجائیں اور وہ اللہ کی یاد کی طرف مائل نہ ہوں تو ایسے لوگ اس قابل نہیں ہوتے کہ اُن میں اولیاء اللہ ظاہر ہوں۔ اسی لئے علماء تصوف فرماتے ہیں کہ **"اولیاء اللہ دلہنیں ہیں اور دلہن کو مجرم نہیں دیکھ سکتے۔"** نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **"حکمت غیر اہل کو نہ سکھاؤ کہ تم ان پر ظلم کروگے، اور اس کے اہل کو حکمت سے منع نہ کرو کہ تم ان پر ظلم کروگے۔"**

پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے ہمیں وصیت فرمادی کہ **"حکمت غیر اہل کو نہ دی جائے۔"** تو اس فرمان پر عمل کرنے کے سب سے زیادہ مستحق ہم ہی ہیں۔ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **"جب تم دیکھو کہ ہوائے نفس کی اطاعت، حرص کی اتباع کی جارہی ہو، دنیا مؤثر ہوگئی ہو، ہر ذی رائے اپنی رائے کو پسند کرنے لگا ہو تو تم اپنے نفس کی فکر کرنا۔"** (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت سنو! خفاء کو پسند کرو، بلکہ اللہ نے اپنے اولیاء کے لئے خفاء کو پسند فرمایا حالانکہ انھیں میں سے ہر زمانہ میں ایسے ائمہ ہوتے ہیں جو حجت کو قائم اور اس پر چلنے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے **"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور قیامت تک کوئی اُن کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔"** (بخاری، مسلم)

حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم نے کمیل بن زیاد سے گفتگو کرنے کے دوران فرمایا **"اے اللہ تُو زمین کو اُس شخص سے خالی نہ کرنا جو تیری حجت کے ساتھ قائم ہو، یہ لوگ تعداد میں کم ہونگے مگر اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ عظیم ہوگا۔ اُن کے دل محل اعلیٰ سے معلق ہونگے، یہی لوگ اللہ کے بندوں اور اس کے شہروں میں اللہ کے خلیفہ ہونگے۔ آہ، مجھے ان**

کی زیارت کا شوق ہے۔" امام ربانی محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب **"ختم الأولیاء"** میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف مرفوع کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"میری امت بارش کی مانند ہے کہ جس کا پتہ نہیں چلتا کہ اُس کا اول بہتر ہے یا آخر"**۔ (احمد، ترمذی، طبرانی، ابویعلیٰ) امام ربانی مزید حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی طرف رفع کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا **"میری امت کے بہترین لوگ اول اور آخر والے ہیں اور اس کے وسط میں کیچڑ ہے"**۔ مزید حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی طرف رفع کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں حضرت عبدالرحمن بن سمرہ فرماتے ہیں **"میں غزوہ موتہ سے خوشخبری لے کر حاضر ہوا۔ جب میں نے حضرت جعفر، زید اور ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رو دیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمھیں کس بات نے رلایا؟ انھوں نے عرض کی کہ ہم کیوں نہ روئیں کہ ہمارے بہترین، شریف ترین اور فضل والے لوگ شہید ہوگئے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: تم نہ روؤ، میری امت کی مثال ایک باغ کی سی ہے کہ جس کا مالک اس پر نگہبان ہو پس اس کے تنے کاٹ دیئے جائیں، پانی کی راہیں درست کر دی جائیں، اس کی شاخیں توڑ لی جائیں پھر وہ باغ ایک سال خوب سیراب کیا جائے پھر دوسرے سال بھی۔ پس امید ہے کہ اس کے بعد وہ بہترین تنے اور لمبے لمبے خوشوں والا ہوجائے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو میری امت میں سے اپنے حواریوں کے قائم مقام ملیں گے۔"**

مزید سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی طرف رفع کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا **"میرے صحابہ کی پشتوں کی**

پشتوں میں ایسے مرد اور عورتیں ہونگے جو جنت میں بغیر حساب و کتاب کے داخل ہونگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی، واخرین منهم لمّایلحقوابهم وهوالعزیزالحکیم۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم"۔ (ابن حاتم فی التفسیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رفع کرتے ہوئے مزید روایت فرمائی کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا **"میری امت کے ہر قرن میں سابقون ہیں"۔**

جان لے! اللہ تمھیں اپنے خاص بندوں میں شامل کر لے اور اپنی محبت کے لطائف سے آشنا کر دے کہ اولیاء میں سے ظاہر بھی ہیں خفی بھی، صدیق بھی ہیں ولی بھی، وقت کا فساد اُن کے انوار کو مکدر نہیں کرتا اور نہ ہی ان کے مرتبے کو گھٹاتا ہے کیونکہ وہ مؤقت (وقت کو پیدا کرنے والا) کے ساتھ ہوتے ہیں نہ کہ وقت کے اور جو مؤقت کے ساتھ ہوتو وہ وقت کے بدلنے سے نہیں بدلتا۔ہاں جو وقت کے ساتھ ہوتو پھر وقت کے بدلنے اور مکدر ہونے سے وہ بھی تبدیل اور مکدر ہو جاتا ہے۔

امام ابوعبداللہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ دو قسم کے ہیں۔اُن میں بعض عمال اللہ ہیں جو نیکی اور تقوی کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ لوگ اچھے زمانے اور اس کے آنے اور دولت حق کے محتاج ہوتے ہیں کیونکہ ان کو تائید اسی سے حاصل ہوتی ہے۔اُن میں سے بعض اہل یقین ہوتے ہیں پس وہ حق تعالٰی کی عبادت توحید کی وفاداری کے ساتھ کرتے ہیں اور ان کی توحید عیانی اور قطع اسباب کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایسے لوگ زمانے کی اچھائی اور برائی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ہی زمانے کی برائی انھیں کچھ نقصان پہنچاتی ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، **"بے شک اللہ کے کچھ**

ایسے بندے ہیں جنھیں وہ اپنی رحمت میں صبح کرواتا ہے، عافیت میں زندہ رکھتا ہے اور فتنے ان پر سے بغیر ضرر دیئے ایسے گذر جاتے ہیں کہ جس طرح سیاہ رات"۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ، **"میری امت میں فتنے ہونگے اُن سے کوئی نہ بچ سکے گا سوائے اس کے کہ جسے اللہ تعالٰی علم کے ساتھ زندہ رکھے"**۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہماری رائے میں اس سے مراد علم باللہ ہے۔

میں نے ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ" مرد تو وہی ہیں جو راتوں کے مرد ہیں (یعنی رات کو جاگ کر عبادت کرنے والے)۔اور بے شک اولیاء اس وقت دو باتوں سے تائید حاصل کرتے ہیں: غنٰی اور یقین کے ساتھ۔غنٰی سے مراد لوگوں کے پاس جس چیز کی کثرت ہے اس سے لاپرواہی، اور یقین سے مراد لوگوں کے پاس پائے جانے والے شکوک سے پاک ہونا۔"کسی عارف نے کہا کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جب وقت کی ظلمتیں شدید ہو جاتی ہیں تو اُن کے انوار بڑھ جاتے ہیں، پس وہ ستاروں کی مانند ہیں کہ جوں جوں رات کی تاریکیاں بڑھتی ہیں ستاروں کی چمک زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور ستاروں کے نور کو اولیاء کے قلوب کے نور سے کیا نسبت؟ ستاروں کا نور تو مکدر ہو جاتا ہے جبکہ اولیاء کے قلوب کے انوار کبھی مکدر نہیں ہوتے۔ستاروں کے انوار دنیا میں دنیا ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جبکہ اولیاء کے قلوب کے انوار اللہ تعالٰی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ہم نے اس حوالے سے کچھ اشعار کہے ہیں:

أمر تقب النحوم من السماء　　نحوم الارض أبهر فی الضیاء

اے آسمان کے ستاروں کو دیکھنے والے۔ زمین کے ستاروں کا نور زیادہ روشن ہے

فتلك تنیر وقتا ثم تخفی　　وهذه لاتكار بالخفاء

وہ روشنی کرتے ہیں کچھ وقت کے لئے اور چھپ جاتے ہیں۔اور یہ چھپنے سے بے نور نہیں ہوتے۔

هداية تلك فى ظلم الليلى　　　هداية هذه كشف الغطاء

اُن کی رہنمائی راتوں کی تاریکیوں میں ہے۔ اور انکی ہدایت (معرفت رب کے) پردے کھولنا ہے۔

کسی صوفی نے فقیہ کی موجودگی میں کہا کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو مشکل میں ہوتے ہیں مگر مشکل انھیں کچھ ضرر نہیں دیتی۔ فقیہ نے کہا کہ یہ بات مجھے سمجھ نہیں آئی۔ صوفی نے کہا کہ میں آپ کو اس کی مثال دیتا ہوں کہ جہنم میں مقرر فرشتے جہنم میں ہوتے ہیں مگر آگ انھیں ضرر نہیں دیتی۔

میں نے ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ دنیا آگ کی مثل ہے اور وہ مؤمن سے کہتی ہے کہ اے مؤمن جلد گذر جا، تیرے نور نے میرے شرارے کو بجھا دیا ہے۔

جان لو! ولایت اور ولی کی شان بہت عظیم ہے اور اس کے بارے میں مروی اقوال بھی بہت وقیع ہیں، تمھیں اس کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لئے وہ حدیث کافی ہے جو ہمیں شیخ شہاب الدین ابو المعالی احمد بن اسحاق بن محمد ابن المؤید ابرقوھی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی، انھوں نے فرمایا کہ ہمیں ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن سابور قلانسی شیرازی نے ۶۱۹ھ میں بیان کی، انھوں نے فرمایا کہ ہمیں خبر دی امام ابو المبارک عبد العزیز بن محمد بن منصور شیرازی آدمی نے درآنحالیکہ میں نے اُن پر قرأت کی اور میں نے اُن سے سنا ۵۰۳ھ میں، انھوں نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی شیخ امام ابو محمد رزق اللہ بن عبد الوھاب بن عبد العزیز بن حارث بن اَسد تمیمی حنبلی نے مجھے املاء کرواتے ہوئے بروز ہفتہ، ۱۶ صفر ۴۸۳ھ کو اصفہان میں، انھوں نے فرمایا کہ ہمیں خبر دی ابو عمر عبد الواحد بن محمد بن عبد اللہ بن مھدی فاسی نے، انھوں نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو عبد اللہ محمد بن مخلد بن حفص

العطار خطیب دوری نے، انھوں نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن عثمان بن کرامۃ نے، انھوں نے فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی خالد بن مخلد نے سلیمان بن بلال سے، انھوں نے شریک بن ابو نمر سے، انھوں نے عطاء سے اور انھوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **"اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی اُس نے مجھ سے اعلان جنگ کر دیا۔ اور بندہ میرے نزدیک نہیں ہوتا کسی چیز کے ذریعے جو مجھے زیادہ محبوب ہو اس سے جو میں نے اُس پر فرض کی ہو، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا جاتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے میں ضرور عطا کرتا ہوں، اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے ضرور پناہ عطا کرتا ہوں، میں کسی کام کے بارے میں پرواہ نہیں کرتا سوائے مؤمن کی جان کے، وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی ناپسندیدگی کو، اور اسے موت سے کوئی چارہ کار نہیں۔"**

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ یہی حدیث ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے اس میں ہے کہ، **"جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت، بصارت، زبان، دل، عقل اور ہاتھ اور مددگار بن جاتا ہوں۔"**

اللہ تجھ پر رحم فرمائے ذرا گوشِ ہوش سے سنو اور دیکھو کہ اس حدیث کے ضمن میں ولی کی قدر اور رتبہ کی بلندی کس انداز میں بیان کی گئی ہے حتی کہ حق تعالیٰ نے اُسے اس منزل میں اتارا اور اس عظیم رتبے پر فائز فرمایا جیسا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ، "جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی

تحقیق اس نے مجھ سے اعلان جنگ کردیا۔" اس کی وجہ یہ ہے کہ ولی اپنی تدبیر کو چھوڑ کر اللہ کی تدبیر کی طرف آجاتا ہے، اپنے نفس کی مدد کو چھوڑ کر اللہ کی مدد اپنا لیتا ہے، اپنی **حول قوت** سے نکل کر اللہ پر سچا توکل کرتا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (**الطلاق ۳، پ ۲۸**) ترجمہ **کنز الایمان**: "اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔" اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ (**الروم ۴۷، پ ۲۱**) ترجمہ **کنز الایمان**: "اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ اولیاء نے دنیاوی فکروں کے بجائے اللہ ہی کی فکر اپنالی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اغیار کو ان سے دور کردیا اور خود ان کی مدد کے لئے قائم ہوگیا۔

مجھے شیخ شہاب الدین ابرقوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ، "میں شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے انھیں فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو مجھے اپنی فکر میں اپنا لے میں تیری تمام فکروں کے لئے کافی ہوجاؤنگا۔ اے میرے بندے تو جب تک اپنے لئے ہوتا ہے تو مجھ سے دور ہوتا ہے اور جب تو میرے لئے ہوجاتا ہے میرے قرب میں ہوتا ہے اور اسے اپنے نفس کے لئے اختیار کرلے۔" حدیث شریف میں آیا کہ، **"جسے میرا ذکر سوال کی فرصت نہ دے تو میں اسے سوال کرنے والوں سے زیادہ بہتر عطا کرتا ہوں۔"** (رواہ البخاری فی التاریخ، والبزار فی المسند، والبیهقی فی شعب الایمان)

پس جب حق تعالیٰ اپنے اولیاء کے معاملے میں اس بات پر راضی ہوگیا کہ اُس کا ذکر انھیں سوال کرنے سے روک دے تو اس بات پر کیوں نہ راضی ہوگا کہ اُس کا ذکر و ثناء اس کے اولیاء کو اپنے نفس کی مدد سے روک دے؟ بہر حال جو اللہ کی معرفت حاصل کرلے اُس پر اپنے نفس کی مدد کا دروازہ بند ہوجاتا ہے سوائے اس عارف باللہ کے کہ جس کی

معرفت اس مقام کو پہنچ چکی ہو کہ وہ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کے فعل کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ پس وہ مخلوق سے کیونکر مدد لے گا جو اللہ تعالیٰ کو خود میں فعال دیکھے؟ اور وہ ذات اپنے اولیاء کو کیونکر بے مدد چھوڑے گی جب کہ اس کے اولیاء نے تو اپنی جانوں کو تسلیم و رضا کی رسیوں سے باندھ کر اس کے حضور ڈال دیا ہے؟ تو کیا اس کی عزت کے پہاڑوں میں اس کی بزرگی کے خیموں تلے اولیاء کے سوا کوئی اور بھی ہوسکتا ہے؟ حالانکہ اُس ذات نے انھیں اپنے ذکر کے سوا ہر شی سے روک رکھا ہے، اپنی محبت کے سوا ہر ایک سے کاٹ رکھا ہے، اپنے وجود کے قرب کے سوا ہر ایک سے دور کر رکھا ہے، اُن کی زبانیں اس کے ذکر سے تر ہیں، اُن کے دل اس کے انوار سے منور ہیں اور اس نے انھیں سامنے ٹھہرایا ہوا ہے، چنانچہ اُن کے دل اُس کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور اُن کے اسرار اُس کی اُحدیت کی شہادت سے محقق ہیں۔ میں نے ہمارے شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ، "بلاتشبیہ ولی کی مثال اللہ کی معیت میں ایسی ہے جیسے کہ شیر کا بچہ شیر کے بغل میں ہو، کیا شیر اپنے بچے کو کسی دوسرے کی غذا بننے کے لئے چھوڑتا؟" ایک حدیث میں ہے کہ **نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ میں بنفس نفیس شامل تھے۔ وہاں ایک عورت بار بار اپنے دودھ پیتے بچے کی طرف آتی تھی۔ جب اس کو پاتی اس پر شفقت کرتی اور اس کے منہ میں پستان دیتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس عورت کی ممتا پر حیران ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے پر اس سے بڑھ کر رحم فرماتا ہے کہ جتنا یہ عورت اپنے بچے پر رحم کھا رہی ہے۔"** (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ)

اسی رحمت سے حق تعالیٰ کی اپنے اولیاء کے لئے مدد اور اُن کے دشمنوں سے دشمنی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ وہ اُس کے اسرار کے حامل اور انوار کے معادن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البقرہ ۲۵۷، پ ۳) ترجمہ کنز الایمان:

”اللہ والی ہے مسلمانوں کا۔“

ارشاد فرماتا ہے: إِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ آمَنُوا (الحج ۳۸، پ ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: ”بے شک اللہ بلائیں ٹالتا ہے مسلمانوں کی۔“

ہاں ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کو ایذا دینے والوں کو فوری سزا دے، کیونکہ اللہ کے نزدیک دنیا کی مدت بہت قلیل ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا ہے کہ اپنے دشمنوں کی دنیا ہی میں پکڑ فرمالے جیسا کہ وہ اپنے محبین کے لئے دنیا ہی میں بدلہ دینا پسند نہیں فرماتا۔ ہاں اگر فوری پکڑ ہو تو وہ دل کی سختی، آنکھوں میں جمود، اطاعت الٰہی سے تنگدلی، ارتکاب معاصی، فتور ہمت یا خدمت الٰہی کی لذت سے محرومی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف مائل ہوا مگر پھر دوبارہ گناہوں میں پڑگیا اور کہنے لگا کہ اے رب میں کس قدر تیری نافرمانی کرتا ہوں مگر تو سزا نہیں دیتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ فلاں سے کہہ دو کہ تمھاری سزا کتنی سخت ہے مگر تمھیں اس کا شعور نہیں؟ کیا میں نے تم سے اپنے ذکر کی حلاوت اور مناجات کی لذت نہیں چھین لی؟ اس حکایت سے یہ ظاہر ہوا کہ ولی کو ایذا دینے والے کے بارے عافیت وسلامتی کا نظریہ نہیں رکھنا چاہیے اگرچہ تمھیں اس کی جان، مال اور اولاد وغیرہ میں کوئی پریشانی نظر نہ آئے۔ حق یہ ہے کہ اس کی سزا اتنی بڑی ہوتی ہے کہ جسے بندے نہیں جان پاتے۔

اسی طرح اس حدیث کے ان الفاظ ”فرض کی ادائیگی سے بڑھ کر بندے کسی عبادت کے ذریعے میرے زیادہ نزدیک نہیں ہوتے۔“ پر غور کرو۔ جان لو وہ فرائض جو حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم فرمائے وہ دو قسم کے ہیں: ظاہری اور باطنی۔ ظاہری فرائض سے مراد پنج وقتہ نمازیں، زکوۃ، رمضان کے روزے، حج، نیکی کا حکم اور برائی سے منع

کرنا، والدین سے حسن سلوک اور دیگر فرائض ہیں۔

اور باطنی فرائض سے مراد علم باللہ، اس کی اطاعت، اسی پر توکل، اس کے وعدوں پر یقین، اس کا ڈر، اس سے امید رکھنا اور اس کے علاوہ دیگر فرائض ہیں۔ پھر اس کی مزید دو قسمیں ہیں۔ اَفعال اور تروک۔ یعنی ایک تو وہ کام جن کو کرنے کا حق تعالیٰ تم سے تقاضا فرماتا ہے اور دوسرے وہ کام جنھیں نہ کرنے کا تقاضا فرماتا ہے۔ اور یہ دونوں اقسام ایک ہی آیت طیبہ میں جمع کردیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى (النحل ۹۰، پ ۱۴) ترجمہ کنز الایمان: ”بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا۔“ آیت کے اس حصہ میں حکم الٰہی ہے جس کو بجالانے کا اللہ تعالیٰ تم سے تقاضا کرتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا، وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ (النحل ۹۰، پ ۱۴) ترجمہ کنز الایمان: اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔“ اور یہ وہ امر ہے جس کو چھوڑنے کا اللہ تعالیٰ تم سے تقاضا کرتا ہے۔

پھر جان لو اللہ تم پر رحم فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کسی واجب یا مستحب کا حکم بندوں کو اسی لئے دیتا ہے کہ اس میں بندوں ہی کے لئے مصلحت ہوتی ہے اور اسی طرح کسی حرام یا مکروہ سے بچنے کا حکم بھی اسی لئے دیتا ہے کہ اس میں بندوں کے لئے کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ ہم وہ بات نہیں کہتے جو گمراہ لوگوں نے کہی کہ اللہ پر بندوں کے مصالح کی رعایت واجب ہے، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حق تعالیٰ کی عادت اور سنت جاریہ ہے اور بندوں کے ساتھ اس کا یہ معاملہ بطور فضل ہے۔ ہائے افسوس! راہ حق سے ہٹے لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ پر بندوں کے مصالح کی رعایت واجب ہے تو وہ کون ہے جس نے اللہ پر بھی حکم واجب کردیا؟

پھر اگر ہم غور کریں تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ ہر وجوبی یا استحبابی حکم جمع علی اللہ (قرب الٰہی) کو مستلزم ہے اور ہر حرام یا مکروہ تفرق عن اللہ (اللہ سے دوری) کو لازم ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا مطلوب یہ ہے کہ بندے اس کا قرب حاصل کریں۔ اور چونکہ اطاعت قرب کے اسباب میں سے ہے اسی لئے اس کا حکم دیا اور معصیت اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب ہے اسی لئے اس سے منع فرمایا۔

جہاں تک ظاہری فرائض کا تعلق ہے تو وہ باطنی فرائض سے جدا نہیں ہوتے اور باطنی فرائض دراصل ظاہری فرائض کی شرائط اور ستون ہیں۔ اور ظاہری فرائض اور باطنی فرائض میں وہی فرق ہے جو ظاہر اور باطن میں فرق ہوتا ہے۔ یہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان "مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔" (الطبرانی فی المعجم الکبیر) کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح باطنی گناہوں کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ظاہری گناہوں کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے زیادہ سخت ہیں یعنی باطنی صغائر ظاہری صغائر سے اور باطنی کبائر ظاہری کبائر سے زیادہ شدید ہیں۔ اور چونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر فرائض کا تقاضا حتمی طور پر ہے لہذا بندہ ان (فرائض) میں اللہ تعالیٰ کے اختیار ہی سے داخل ہوتا ہے چنانچہ اس میں ہوائے نفس داخل نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعداد، معاون واسباب کو مقرر فرما دیا ہے۔ پس فرائض پر عمل کرنے میں بندہ اپنے نفس کے اختیار کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے اختیار کی طرف رجوع کرتا ہے لہذا ان سے جو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور عبادت سے حاصل نہیں ہوتا اسی لئے فرمایا، "فرض کی ادائیگی سے بڑھ کر بندے کسی عبادت کے ذریعے میرے زیادہ نزدیک نہیں ہوتے۔"

پھر اسی حدیث قدسی میں وارد ہوا کہ، "بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے حتی کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔" جان لو کہ نوافل کا اطلاق اصل

سے زائد پر کیا جاتا ہے۔ اسی لئے مال غنیمت میں سے جو حصہ مجاہد کو مقررہ حصہ سے زیادہ دیا جاتا ہے اسے نفل کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل: ۷۹، پ۱۵) ترجمہ کنز الایمان: "اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے۔" یعنی ہمارے فضل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرائض سے کچھ زیادہ عبادت ہے۔

جان لو! حق سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں پر جو واجبات لازم فرمائے ہیں ان کی جنس سے نفل بھی ہیں تاکہ جب بندہ واجب کی ادائیگی میں کچھ کمی کردے تو اسی جنس سے نوافل ادا کر کے اس کمی کو پورا کردے، اسی لئے حدیث شریف میں آیا کہ، **"رب تعالیٰ بندے کی نماز کی طرف نظر فرماتا ہے پس اگر بندے نے اُسے اللہ کے حکم کے مطابق ادا کیا ہو تو اسے اس کی جزا دی جائیگی اور وہ عبادت اس کے لئے محفوظ کرلی جاتی ہے۔ اور اگر اُس عبادت میں کچھ خلل ہوتا ہے تو اُسے نوافل کے ذریعے پورا کردیا جاتا ہے۔"** (ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم) حتی کہ علماء نے فرمایا کہ تمہارے نوافل بھی تمہارے لئے محفوظ کر لئے جائیں گے اگر تمہارے فرائض درست ہوں۔

جیسا کہ اللہ سبحانہ کے علم ہے کہ اس کے بندوں میں قوی مؤمن بھی ہیں اور کمزور بھی، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ **"طاقتور مؤمن اللہ تعالیٰ کو کمزور مؤمن سے زیادہ محبوب ہے۔"** یا ارشاد فرمایا: **"کمزور مؤمن سے زیادہ بہتر ہے۔"** (بخاری، ابوداؤد) بہر حال دونوں میں خیر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کمزور مؤمنوں کو واجبات پر اکتفاء کرنے کی رعایت دی اور طاقتور مؤمنین کے لئے نفلی نیکیوں کے دروازے کو کھول دیا۔ پس کچھ بندے تو وہ ہیں جنھیں عذاب کے خوف نے واجبات کی ادائیگی پر مائل کیا چنانچہ وہ لوگ اپنی جانوں کو ہلاکت اور عذاب سے بچانے کے لئے واجبات کی ادائیگی میں لگ گئے، پس اُن

کا واجبات کو ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت اور طلب ربوبیت کے لئے نہیں ہے۔ اگر ان لوگوں کی عبادات کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ اس قابل نہیں کہ انھیں قبول کیا جائے کیونکہ وہ لوگ تو صرف اپنے نفس کے بچاؤ اور اپنی خواہشات کے حصول کے لئے عبادت میں مصروف ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ ایجاب کی زنجیروں میں باندھ کر واجبات کی طرف لائے گئے ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے، **"تمھارا رب متعجب ہوا (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اس قوم پر جو جنت کی طرف زنجیروں میں جکڑ کر لائی جائے گی۔"** (احمد، بخاری، ابوداؤد)

جب کہ بعض دیگر بندے وہ ہیں کہ جن کو پاس شوق کا غلبہ اور محبت کا جذبہ ہے وہ صرف واجبات پر کفایت نہیں کرتے بلکہ ان کے دل اس دنیا کی خرابیوں کی طرف مائل ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف مائل رہتے ہیں۔ اگر اوقات ممنوعہ اور مکروہ میں انھیں نفل سے منع نہ کیا جاتا تو وہ تمام اوقات میں عبادت میں مصروف رہتے اور اپنی جانوں پر طاقت سے زیادہ بوجھ اُٹھا لیتے۔ لوگوں کی مذکورہ بالا دو اقسام کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان دلالت کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "**اعمال میں جلدی کرو سات باتوں سے پہلے، کیا تم سرکش بنا دینے والی دولت مندی یا بھلا دینے والے فقر یا فساد پیدا کر دینے والے مرض یا بے کار کر دینے والے بڑھاپے یا ٹھکانے لگا دینے والی موت کا انتظار کر رہے ہو یا دجال کا جو غائب شر ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے یا حتمی طور پر آنے والی قیامت کا۔"** (ترمذی، حاکم)

یہ حدیث ہمت کو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں صرف کرنے کا تقاضا کرتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب اور ان باتوں سے سبقت کرنے کا حکم ہے جو عبادت میں رکاوٹ یا دوری کا سبب بنیں۔ یہ لوگوں کی پہلی قسم سے خطاب ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے انھیں نیک اعمال میں جلدی کا حکم دیا۔ بعض ایسی احادیث بھی ہیں جو دیگر لوگوں کو نیکیوں میں بھی میانہ روی کا حکم دیتی ہیں کہ کہیں وہ لوگ اپنی محبت وشوق کی پیروی میں لگ کر اپنی جانوں سے زیادہ بوجھ نہ اٹھالیں، پھر بالآخر وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے عاجز آجائیں گے اور عبادت میں بھی تکلف کرنے لگیں گے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، **"خود کو اتنے اعمال کا مکلف بناؤ کہ جتنی تم میں طاقت ہے کیونکہ اللہ کی قسم، اللہ نہیں تھکے گا تم ہی تھک جاؤ گے۔"** (احمد، ابوداؤد ونسائی) مزید ارشاد فرمایا، **"میانہ روی کو لازم کرلو تم مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔"** (بخاری) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان، **"یہ بڑا ہی مضبوط دین ہے پس اس میں نرمی سے لگ جاؤ۔"** (احمد) مزید ارشاد فرمایا، **"تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اپنے نفس کے نزدیک مبغوض نہ بنا۔"**

واجبات کی ادائیگی پر اکتفاء کرنے والے اور واجبات کے ساتھ ساتھ نوافل بھی ادا کرنے والوں کی مثال ان دو غلاموں کی سی ہے کہ جنھیں ان کے سردار نے روزانہ چار درہم کی اجرت پر کام کاج کے لئے بھیجا ہو۔ پس ان میں سے ایک نے تو اسی قدر کام کیا جتنا اس سے کہا گیا تھا جبکہ دوسرے نے مقررہ کام کے علاوہ کچھ پھل جمع کئے اور دیگر اقسام کے تحائف خرید کر اپنے سردار کو بطور تحفہ پیش کئے۔ چنانچہ بلاشبہ یہ دوسرا غلام پہلے کی بہ نسبت اپنے آقا کی محبت کا زیادہ حق دار ہوگا۔

اسی طرح حدیث قدسی میں وارد ہوا کہ، "پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے معنی ہیں کہ بندے کو فناء کے بعد بقاء حاصل ہوتی ہے چنانچہ تیرے اوصاف مٹ جاتے ہیں اور تجھ میں تیرے مولیٰ کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں۔ میں نے ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں

جنھوں نے اپنے افعال کو مولیٰ تعالیٰ کے افعال سے، اپنے اوصاف کو مولیٰ کے اوصاف سے اور اپنی ذوات کو مولیٰ کی ذات سے مٹالیا ہے لہذا مولیٰ تعالیٰ نے انھیں ایسے اسرار سے آشنا فرمادیا کہ جنھیں دیگر اولیاء سننے سے بھی قاصر ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو ذات کے سمندر اور صفات کے جھونکوں میں غرق ہو چکے ہیں۔ پس فناء تین قسم کی ہیں۔ ایک یہ کہ مولیٰ تعالیٰ تیرے افعال کو اپنے افعال سے فنا کردے، دوسری یہ کہ تیری صفات کو اپنی صفات سے اور تیسری یہ کہ تیری ذات کو اپنی ذات سے فنا کردے۔ اسی لئے کسی نے کہا کہ،

وقوم تاھوا فی لرض بقفر　　　وقوم تاھوا فی میدان حبه

ایک قوم نے کسی زمین میں چشمے پر پڑاؤ ڈالا اور ایک دوسری قوم اس کی محبت کے میدان میں ٹھہر گئی۔

فأفنوا ثم أفنوا ثم أفنوا　　　وأبقوا بالبقاء من قرب قربه

پس وہ فنا ہوئے پھر فنا ہوئے پھر فنا ہوئے اور مولیٰ تعالیٰ کے قرب کی بقاء کے ساتھ باقی ہو گئے۔

پس جب وہ تجھ کو تجھ سے فنا کرتا ہے تو اپنے ساتھ باقی رکھتا ہے چنانچہ فناء بقاء کی دہلیز ہے اور اسی کے ذریعے اس ذات تک پہنچا جاتا ہے۔ پس جس کی فناء سچی ہے اس کی بقاء بھی سچی ہے اور جو ما سوی اللہ سے فنا ہوجاتا ہے تو اللہ کے ساتھ باقی ہوجاتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا کہ جو اللہ میں گم ہوا اس کا خلف اللہ پر ہے۔ چنانچہ فناء ان کی معذوری کو ظاہر کرتی ہے تو بقاء ان کی نصرت کو ثابت کرتی ہے۔ فناء انھیں ہر شی سے غائب کرتی ہے تو بقاء انھیں اللہ کی معیت میں ہر شی میں حاضر کرتی ہے چنانچہ وہ اس سے کسی حال میں منقطع نہیں ہوتے۔ فناء انھیں مارتی ہے تو بقاء انھیں زندہ کرتی ہے۔ اور جس کے وجود کا پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائے تو وہ شہود کے داعی کو سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ

الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفاً فَيَذَرُهَا قَاعاً صَفْصَفا لَا تَرَى فِيهَا عِوَجاً وَلَا أَمْتا يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهُ وَخَشَعَت الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسا (طٰہٰ ۱۰۵ تا ۱۰۸، پ۱۶) ترجمہ کنز الایمان: "اور تم سے پہاڑوں کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ انہیں میرا رب ریزہ ریزہ کرکے اڑادے گا تو زمین کو پٹ پر (چٹیل میدان) ہموار کر چھوڑے گا، کہ تو اس میں نیچا اونچا کچھ نہ دیکھے، اس دن پکارنے والے کے پیچھے دوڑیں گے اس میں کجی نہ ہوگی، اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور پست ہو کر رہ جائیں گی تو تو نہ سنے گا مگر بہت آہستہ آواز۔" صاحبِ بقاء اللہ کی جانب سے قائم ہوتا ہے اور صاحبِ فنا کی جانب سے اللہ تعالیٰ۔

حدیث قدسی میں مزید ہے کہ، "میں کسی کام کے بارے میں پرواہ نہیں کرتا سوائے مؤمن کی جان کے، وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی ناپسندیدگی کو، اور اسے موت سے کوئی چارہ کار نہیں۔"

جان لو کہ حدیث میں وارد لفظ "تردد" یا "پرواہ کرنا" واجب التاویل ہے اسے ظاہر پر محمول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ تردد تو مخلوقات میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یا تو دو یکساں محرکات ہوتے ہیں یا انجام کا خوف اور یہ دونوں باتیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حق میں محال ہیں۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کے تردد سے مراد یہ کہ اللہ کا ازلی علم بندے کی وفات کا تقاضا کرتا ہے اسی وقت میں کہ جو اس کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اس کی صفت رأفت اس کے دفع کا تقاضا کرتی ہے کہ اگر علم ازلی نے سبقت نہ کی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول "اور وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی ناپسندیدگی کو" میں صفت رأفت ہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور اپنے علم کی طرف اس قول کے ذریعے اشارہ فرمایا کہ "اسے موت سے کوئی چارہ کار نہیں۔"

انعطاف

جان لو! اللہ تجھ پر نظر کرم کرے اور اپنے انوار کو تجھ تک پہنچائے ، یہ دو قسم کی ولایتیں ہیں ۔ ایک وہ ولی جو اللہ کا قرب رکھتا ہو دوسرا وہ ولی جسے اللہ اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔ پہلی ولایت کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وَمَن يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُون (المائدہ ۵۶،پ۶) ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔'' اور دوسری ولایت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ،وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (الاعراف ۱۹۶،پ۹) ترجمہ کنز الایمان: ''اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔''

امام ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عطاؤں میں سے قضاء الٰہی پر راضی ہونا، نزول بلاء کے وقت صبر کرنا، تنگی میں اللہ پر توکل کرنا اور مصیبت کے وقت اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ پس جسے مجاہدہ، سنت کی پیروی اور ائمہ کرام کی اقتداء کرنے سے اعمال کے خزانوں میں سے یہ چار چیزیں مل گئیں تو اس کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے ساتھ ولایت مکمل ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَمَن يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُون (المائدہ ۵۶،پ۶) ترجمہ کنز الایمان: ''اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔''

اور جسے بساط محبت پر احسانات الٰہی کے خزانے مل جائیں تو اللہ کی ولایت اس کے لئے پوری ہو جاتی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے، ،وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (الاعراف ۱۹۶،پ۹) ترجمہ کنز الایمان: ''اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔''

دونوں ولایتوں (یعنی ایک یہ کہ بندہ اللہ کا ولی ہو جاتا ہے اور دوسری یہ کہ اللہ بندے کا ولی

ہو جاتا ہے۔) میں فرق یہ ہے کہ ایک تو ولایت صغریٰ ہے اور دوسری ولایت کبریٰ ہے۔ پس تیری ولایت اللہ کے لئے تجھے مجاہدے سے حاصل ہوتی ہے، اور اسکے رسول کی ولایت تجھے سنت کی متابعت سے حاصل ہوتی ہے اور مؤمنین کی ولایت تجھے ائمہ کی اقتداء سے حاصل ہوتی ہے۔ پس تو اللہ کے فرمان کو سمجھنے کی کوشش کر، وَمَن يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُون (المائدہ ۵۶،پ۶) ترجمہ کنز الایمان :''اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔''

جان لو! اللہ تمہیں اپنے عواطف کے ورود اور اپنے لطائف کے عوارف کی سمجھ عطا فرما کر رحم فرمائے، اللہ کے تعالیٰ کے فرمان وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (الاعراف ۱۹۶،پ۹) ترجمہ کنز الایمان: ''اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔'' میں صلاح سے مراد وہ نہیں ہے جو اہل طریق مراتب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں صالح، شہید اور ولی ہے بلکہ یہاں صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی طبیعت کی فناء سے متحقق ہو کر حضوری بارگاہ الٰہی کے اہل ہو گئے ہوں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا جو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''توفنی مسلما و الحقنی بالصلحین '' یہاں صالحین سے یوسف علیہ السلام کی مراد اپنے آباء کرام میں سے وہ ہیں جو مرسلین تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی نبوت و رسالت کا اہل بنایا تھا چنانچہ وہ اس کے اہل تھے۔

اگر تو چاہے تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ یہ دو قسم کی ولایت ہے: ولایت ایمان اور ولایت ایقان۔ پس ولایت ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ، اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (البقرۃ ۲۵۷،پ۳) ترجمہ کنز الایمان: ''اللہ والی

ہے مسلمانوں کو انہیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں چند فوائد ہیں:

پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے دیگر اسماء کے بجائے خاص طور پر اسم ذات ''اللہ'' کو ذکر فرمایا یعنی اللہ مؤمنوں کا ولی ہے۔ اس نے اس مقام پر رحمٰن، قہار یا دیگر صفاتی نام ذکر نہیں فرمائے کیونکہ اس نے ارادہ فرمایا کہ تیری ولایت ایسے اسم کے ساتھ ہو جو تمام اسماء کا جامع ہو اور تیری ولایت تمام مؤمنین کے لئے ہو۔ اگر وہ اس مقام پر صفاتی اسماء میں سے کسی کو ذکر کر دیتا تو تیری ولایت اسی اسم کے ساتھ خاص ہو جاتی۔

دوسرا فائدہ: ولایت کو ایمان سے مربوط فرمایا تاکہ تجھے ایمان کی قدر اور اس کے منصب کی بلندی کی پہچان کروائے تاکہ یہ بندے کے لئے اللہ کی ولایت کے ثبوت کا سبب ہو جائے۔ اس آیت مبارکہ میں صیغہ ماضی وارد ہونے کی وجہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ولایت اسی کے ساتھ خاص ہے جو اس آیت کے نزول سے پہلے ایمان لا چکے تھے بلکہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ جس میں بھی صفت ایمان ہو اس کے لئے ولایت ثابت ہے خواہ یہ ایمان کبھی بھی حاصل ہوا ہو۔ کبھی افعال خاص صیغہ کے ساتھ لائے جاتے ہیں مگر اس سے مراد صرف وہی صیغہ نہیں ہوتا جیسا کہ تم کہو ''قد افلح من آمن وخاب من کفر'' ظاہر ہے کہ پہلے جملے سے تمہاری مراد ہے کہ جو ایماندار ہے وہ فلاح پا گیا اور جو کافر ہے وہ برباد ہو گیا، اس سے کوئی خاص زمانے کا ایمان وکفر مراد نہیں ہے۔

تیسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ''یخرجھم من الظلمات الی النور'' سے اپنی رحمت کی وسعت اور نعمتوں کے عموم کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بندے کبھی ظلمات کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان سے اپنی ولایت کی وجہ سے انہیں اس سے نکال لیتا ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد فرماتا ہے، ''والذین اذا فعلوا فٰحشۃ او

ظلموا .... وھم یعلمون '' اللہ تعالیٰ نے اس طیبہ کو مؤمنین کی مدح میں بیان فرمایا ہے جیسے کہ اس نے اپنے فرمان ''یخرجھم من الظلمات الی النور'' کو مؤمنین کے لئے بطور بشارت بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ ''لا یفعلون الفاحشۃ'' یعنی وہ فحش کام کرتے ہی نہیں، اگر وہ ایسا فرما دیتا تو اس آیت کا اطلاق صرف بڑی اونچی شان والوں ہی پر ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان وَاِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ (الشوریٰ ۳۷، پ۲۵) ترجمہ کنز الایمان: ''اور جب غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان، وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ (آل عمران ۱۳۴، پ۴) ترجمہ کنز الایمان: ''اور غصہ پینے والے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بیان فرمائی کہ وہ غضب کے بعد معاف کر دیتے ہیں۔ اس نے یہ نہ فرمایا کہ وہ غصہ نہیں کرتے۔ یعنی ان سے غضب کی نفی نہیں فرمائی کیونکہ وہ بشریت سے متصف ہیں اور بشریت غضب کا تقاضا کرتی ہے۔

چوتھا فائدہ: حق تعالیٰ نے اس آیت میں مؤمنین کے لئے بشارت عظمیٰ کا اعلان فرمایا جو ولایت کو متضمن ہے۔ اور ولایت الٰہی دنیا وآخرت کے ہر خیر کو شامل ہے۔ اس میں نور وعلم، فتح وشہود، مغفرت ویقین، تائید ومزید، حور وقصور، انہار وثمار، دیدار الٰہی، رضائے الٰہی، اللہ سے راضی ہونا، متقین کے ساتھ حشر، نامہ اعمال کا دائیں ہاتھ میں ملنا، نیکیوں کے پلڑے کا بھاری ہونا، صراط پر ثابت قدمی اور ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عطائیں شامل ہیں جو ولایت کے ضمن میں اس کے مؤمن بندوں کو ملتی ہے۔ پس یہ ایسی بشارت ہے جس میں تمام بشارتیں داخل ہیں۔

جان لو کہ ولایت نفع کے حصول اور ضرر کے دفع کو شامل ہے۔ نفع کا حصول اس آیت سے ثابت ہے، فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا (یونس ۹۸، پ۱۱)

ترجمہ کنز الایمان: ''تو ہوئی ہوتی نہ کوئی بستی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان کام آتا۔'' اسی طرح آیت طیبہ، فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا (سورہ مومن: ۸۵ پ۲۴) ترجمہ کنز الایمان: ''تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔'' اس آیت میں کافروں کا وصف ذکر کیا گیا ہے پس اس کا مفہوم یہ کہ ایمان مؤمنین کو نفع دیتا ہے اور اگرچہ موت کا وقت آن پہنچا ہو۔ اسی فرمان باری تعالیٰ ہے، يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْساً إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْراً (سورہ انعام: ۱۵۸ پ۸) ترجمہ کنز الایمان: ''جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔'' مراد یہ ہے کہ اگر وہ جان پہلے سے مومن ہو تو اس کا ایمان اسے نفع دیگا۔

اور جہاں تک دفع ضرر کا تعلق ہے تو فرمان باری تعالیٰ ہے کہ إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا (الحج ۳۸، پ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: ''بے شک اللہ بلائیں ٹالتا ہے مسلمانوں کی۔'' ولایت نصرت الٰہی کو شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وَكَانَ حَقّاً عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (الروم ۴۷، پ۲۱) ترجمہ کنز الایمان: ''اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔'' ولایت نجات کو بھی شامل ہے، وَكَذَلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ (سورہ انبیاء: ۸۸ پ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: ''اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو۔''

پانچواں فائدہ: فرمان باری تعالیٰ ''یخرجھم من الظلمات الی النور'' سے درج ذیل معنی بھی اخذ کیے جاسکتے ہیں،

یعنی انھیں کفر کی تاریکیوں سے ایمان کے نور کی طرف نکالتا ہے۔

بدعت کی تاریکیوں سے سنت کے نور کی طرف نکالتا ہے۔

غفلت کی تاریکیوں سے بیداری کے نور کی طرف نکالتا ہے۔

لذتوں کی تاریکیوں سے حقوق کے نور کی طرف نکالتا ہے۔

دنیا کی تاریکیوں سے طلب آخرت کے نور کی طرف نکالتا ہے۔

معصیت کی تاریکیوں سے اطاعت کے نور کی طرف نکالتا ہے۔

ہوس کی تاریکیوں سے تقویٰ کے نور کی طرف نکالتا ہے۔

دعویٰ کی تاریکیوں سے حول قوت سے بری ہونے کے نور کی چمک کی طرف نکالتا ہے۔

مخلوقات کی تاریکیوں سے خالق کے شہود کی طرف نکالتا ہے۔

تدبیر کی ظلمتوں سے تفویض کے نور کی چمک کی طرف نکالتا ہے۔

اسی طرح دیگر لاتعداد تاریکیاں ہیں جن سے رب تعالیٰ بندے کو نکال کر بھلائی کی طرف لے آتا ہے۔

دوسری ولایت: ولایۃ الایقان

اس ولایت میں ایمان اور توکل شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق ۳، پ۲۸) ترجمہ کنز الایمان: ''اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔'' توکل یقین کے بغیر نہیں پایا جاتا اور یقین وتوکل ایمان کے بغیر نہیں پائے جاتے کیونکہ یقین سے مراد قلب میں علم باللہ کا دائمی طور پر پایا جانا ہے۔ اور ایقان ''یقن الماء فی الجبل اذا سکن فیہ'' سے ماخوذ ہے۔ یعنی جب پانی پہاڑ میں ٹھہر جاتا ہے تو اسے ایقان کہا جاتا ہے۔ پس ہر یقین ایمان ہے اور ہر ایمان

یقین نہیں ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کبھی ایمان کے ساتھ غفلت بھی پائی جاتی ہے مگر یقین کبھی بھی غفلت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ اگر وہ چاہے تو دونوں ولایتوں کے حوالے کہہ سکتا ہے کہ ایک صادقین کی ولایت ہے اور دوسری صدیقین کی۔ پس صادقین کی ولایت اللہ کے لئے عمل خالص، قیام وفاداری اور اللہ سے طلب جزا پر مبنی ہے۔ اور صدیقین کی ولایت اللہ کے سوا سب سے فناء ہونے اور اللہ کے ساتھ ہر شی میں باقی رہنے پر مبنی ہے۔ شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کسی کتاب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''جو ہر شی میں میری اطاعت کرتا ہے میں ہر شی میں اس کی اطاعت کرتا ہوں''۔ شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مراد یہ ہے کہ جس نے میری اطاعت کی ہر شی میں یعنی اُس شی سے جدا ہوکر، میں اس کی اطاعت کرونگا ہر شی میں اس طرح کہ میں اس کے لئے اپنی تجلّی کو ہر شی میں ظاہر کرونگا حتیٰ کہ وہ دیکھے گا کہ میں ہر شی سے بڑھ کر اس کے نزدیک ہوں۔ یہ بہتر راستہ ہے اور اسے سالکین اپناتے ہیں۔ اور طریق کبریٰ یہ ہے کہ جس نے میری اطاعت کی ہر شی میں اس طرح سے کہ وہ ہر شی کی طرف مائل اس لئے ہوا کہ ہر شی میں اس کے آقا کا ارادہ ہے تو میں اس کی اطاعت کرونگا ہر شی میں اس طرح سے کہ میں اس کے لئے روشن ہوجاؤنگا ہر شی میں حتیٰ کہ وہ مجھے اس طرح دیکھے گا گویا کہ میں ہی ہر شی کا عین ہوں۔

پس جب تمھیں یہ معلوم ہو چکا تو جان لو کہ یہ دو اقسام کے ولی ہیں۔ ایک تو وہ ولی ہے جو ہر شی سے فنا ہوتا ہے پس اللہ کے ساتھ کسی شی کا مشاہدہ نہیں کرتا اور دوسرا وہ ولی ہے جو ہر شی میں باقی رہتا ہے پس وہ اللہ کا ہر شی میں مشاہدہ کرتا ہے اور یہی ولایت اکمل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مملکت کو صرف اسی لئے ظاہر فرمایا ہے کہ اس میں اُس کا مشاہدہ کیا جائے۔ پس کائنات صفات کا پرتو ہے۔ پس جو عالم کون سے غائب ہوا وہ شہود حق سے

غائب ہوا۔ کائنات اس لئے نہیں ظاہر کی گئی کہ تو کائنات کو دیکھے بلکہ یہ تو اس لئے ظاہر کی گئی ہے کہ تو اس میں اپنے مولیٰ تعالیٰ کو دیکھے۔ پس حق تعالیٰ تم سے یہ چاہتا ہے کہ تم اس کائنات کو اُس کی آنکھ سے دیکھو جو اِسے نہ دیکھتا ہو بلکہ تو اِسے صرف اسی لئے دیکھے کہ اِس میں مولیٰ تعالیٰ کا ظہور ہے نہ کہ اس کی بناوٹ کی وجہ سے۔ اسی معانی میں ہم نے شعر کہے ہیں:

ماأبينت لك العوالم الا   لتراها بعين من لا يراها

تمھارے لئے عوالم کو نہیں ظاہر کیا گیا مگر یہ کہ تو اسے دیکھ اس کی آنکھ سے جو اسے نہ دیکھتا ہو۔

فارق عنها رقى من ليس يرضى   حالة دون أن يرى مولاها

تو اس دنیا سے جدا ہو جا اور ترقی کر اس کی حالت کی طرف جو مولیٰ کی زیارت کے سوا کسی حال سے راضی نہیں ہوتا۔

پس کائنات کو دیکھنے والا جبکہ وہ حق کا مشاہدہ نہ کرے تو غافل ہے۔ اور کائنات سے فانی ہوکر شہود کی سطوتوں میں کھونے والا ست ہے، اور اس کائنات میں حق کا مشاہدہ کرنے والا عبد خاص کامل ہے۔ گونیت سے صَرف ہمت اس کی گونیت کے اعتبار سے ہے نہ کہ اس لئے کہ اس میں ظہور حق ہے۔ اور گونیت سے صَرف ہمت کی وجہ یہ ہے کہ بندے ہر شی سے مولیٰ کی ذات تک نہیں پہنچ پاتے، اور گونیت سے صَرف ہمت کی وجہ یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہر شی بشمول کونیت میں اس کا ظہور نہیں، کیونکہ وہ تو ہر شی میں ظاہر ہے بلکہ وہ تو اس شی میں بھی ظاہر ہے جو اس کا حجاب ہے۔ چنانچہ حقیقتہً اس کا کوئی حجاب نہیں۔ ہم نے اس معنی میں کچھ اشعار کہیں ہیں:

اری الکل محتاجا وانت لک الغنی   ومثلی من یخطی ومثلک من یعفو

ترجمہ: میں ہر شی کو محتاج دیکھتا ہوں اور صرف تجھے ہی غنا حاصل ہے اور میری مثال اس کی سی ہے جو غلطی کرتا ہے اور تیری مثال اس کی سی ہے جو معاف کرتا ہے.

وانت الذی تبدی الوداد تکرما　　ومثلک من یرعی ومثلی من یجفو

اور تو ہی ہے جو محبت کو احترام کے ساتھ ظاہر کرتا ہے اور تجھ سا مہربانی کرتا ہے اور مجھ سا ظلم کرتا ہے۔

وما طاب عیش لم تکن فیہ واصلا　　ولم یصف لاواللہ انی لہ یصفو

وہ زندگی بیکار ہے کہ جس میں تجھ سے وصال نہ ہوا اور ایسی زندگی صاف نہیں ہے بلکہ نہیں اللہ کی قسم وہ کس طرح صاف ہو سکتی ہے۔

عزمت علی أن أترک الکون کلہ　　وأقفو سبیل الحب والمجتبی یقفو

میں نے عزم پوری دنیا کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور میں محبت کی راہ پر کفایت کرونگا اور منتخب شخص ہی کفایت کرتا ہے۔

شھودک یجلو والحجاب لأنہ　　اذا حقق التحقیق صار ھو الکشف

تیرا شہود تجلی کرتا ہے جب تحقیق ہو جائے تو پھر حجاب خود کشف ہو جاتا ہے۔

وما أحسن الأحباب فی کل حالۃ　　فللہ ما یبدوا وللہ ما یخفوا

احباب (اولیاء اللہ) ہر حال میں کتنے اچھے ہیں پس وہ اللہ ہی کے لئے ظاہر ہوتے ہیں اور اللہ ہی کے لئے پوشیدہ ہوتے ہیں۔

وان الأولی لم یشھدوک بمشھد　　قلوبھم عن نیل سر الھوی غلف

ان لوگوں نے تجھے کسی جگہ نہیں دیکھا کہ جن کے دل خواہشات کی باریکیوں میں چھپے ہیں

وأنت الذی أظھرت ثم ظھرت فی　　جمیع المبادی مثل ما شھد العرف

اور تو ہی ہے کہ جس نے ظاہر کیا پھر خود ظاہر ہوا تمام مبادیات میں مسلمہ امر کی گواہی کے مثل

ظھرت لکل الکون فالکون مظھر　　وفیہ لہ أیضا کما جاءت الصحف

تو ہر موجود کے لئے ظاہر ہوا چنانچہ کائنات مظہر ہے اور اس میں اُس کے لئے بھی مظہر ہے جیسا کہ صحیفوں میں ہے۔

فأی فؤاد عن ودادک ینثنی　　وأیۃ عین بعدقربک لن تغفو

پس کون سا دل ہے جو تیری محبت سے غافل ہو اور کون سی آنکھ ہے جو تیرے قرب کے بعد مدہوش نہ ہوئی ہو۔

وأیۃ نفس لم یملھا ھواکم علی　　حبکم طرا نفوس الوری وقف

کون سی جان ہے جسے تیری خواہش نے غمزدہ نہ کیا ہو اور مخلوقات تمھاری محبت پر قائم ہیں

تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ یہ دو قسم کی ولایتیں ہیں: **ولایت دلیل وبرہان** اور **ولایت شہود وعیان**۔ اہل اعتبار کے لحاظ سے **ولایت دلیل وبرہان** ہے اور اہل استبصار (دیکھنے والوں) کے لحاظ سے **ولایت شہود وعیان** ہے۔ پہلی قسم کی **ولایت والوں** کے لئے فرمان باری تعالیٰ ہے، سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (حم السجدہ ۵۳، پ۲۴) ترجمہ کنز الایمان: ''ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔''

اور دوسری قسم کی **ولایت والوں** کے لئے یہ فرمان باری تعالیٰ ہے: قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ (الانعام ۹۱، پ۷) ترجمہ کنز الایمان: ''اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو ان کی بے ہودگی میں انہیں کھیلتا۔''

اہل شہود وعیان کے نزدیک ارباب **دلیل** وبرہان عام ہیں کیونکہ اہل شہود وعیان نے حق کے ظہور کے ساتھ حق کی تقدیس کی ہے لہذا وہ **دلیل** کے محتاج نہیں ہے۔ اور حق تعالیٰ کسی **دلیل** کا محتاج کیونکر ہو سکتا ہے کہ خود اسی نے **دلیل** نصب فرمائی ہے، اور اس کا عرفان **دلیل** سے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ **دلیل** کی پہچان کروانے والا تو وہ

خود ہے۔ امام ابوالحسن شاذلی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ ذات معارف کے ذریعے کس طرح پہچانی جاسکتی ہے کہ خود معارف جس کے ذریعے جانے جاتے ہوں؟ یا وہ ذات کسی شی کے ذریعے کس طرح پہچانی جاسکتی ہے جس کا وجود خود ہر شی سے پہلے ہو؟

مرید نے اپنے پیر سے کہا: اے استاد! اللہ کہاں ہے؟ استاد نے جواب دیا: اللہ تجھے دور کرے کیا تو آنکھ سے طلب کرتا ہے کہ اللہ کہاں ہے؟ کسی عارف نے کہا ہے:

لقد ظهرت فلا تخفى على أحد الا على أكمه لا يبصر القمرا

تحقیق تو ظاہر ہے پس تو کسی سے مخفی نہیں سوائے مادرزاد اندھے کے جو ماہِ کامل کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔

ثم استترت عن الأبصار ياصمد فكيف يعرف من بالعزة استترا

پھر اے بے نیاز تو نگاہوں سے چھپ گیا پس وہ ذات کیسے پہچانی جاسکتی ہے جو اپنی عزت کے ساتھ پوشیدہ ہوگئی ہو۔

پس حق تعالی بندوں سے اپنی ظہور کی عظمت کی وجہ سے محجوب ہوگیا ہے، اور نگاہوں کو اس کے مشاہدہ سے صرف اس کی قہاریت کا نور ہی منع کرتا ہے۔ اور قرب کی عظمت یہی ہے کہ تجھ سے اس کے قرب کا شہود بھی چھپ جائے۔ امام ابوالحسن شاذلی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ قرب کی حقیقت یہ ہے کہ تو اس کے قرب کی عظمت کی وجہ سے قرب میں قرب سے غائب ہوجائے، جیسے وہ شخص جو مشک کی خوشبو کو سونگھتا اور جوں جوں قریب ہوتا جاتا ہے اس کی خوشبو بڑھتی چلی جاتی ہے اور جب وہ اس گھر میں داخل ہوجاتا ہے جہاں وہ مشک ہے تو اسے خوشبو آنا بند ہوجاتی ہے۔ کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے:

كم ذا تموه بالشعبين والعلم والأمر أوضح من نار على علم

اس کی پروان کتنی زیادہ ہے از روئے علم و پکڑ کے اور معاملہ علم کے اعتبار سے آگ سے بھی زیادہ روشن ہے۔

أراك تسأل عن نجد وأنت بها وعن تهامة هذا فعل متهم

تُم نجد وتھامہ کا پتہ پوچھ رہے ہو حالانکہ تم اسی میں ہو، تمھارا یہ **فعل قابل اعتراض** ہے۔

مجھے ہمارے شیخ کے ہاتھوں سے لکھے یہ اشعار ملے ہیں:

أ عندک من ليلى حديث محرر بايراده يحيى الرميم وينشر

کیا تمھارے پاس لیلیٰ کی باتیں لکھی ہیں کہ جن کو دہرانے سے بوسیدہ زندہ ہوجاتے ہیں اور چلنے لگتے ہیں۔

فعهدى بها العهد القديم وأنني على كل حال في هواها مقصر

میرا اس سے قدیم عہد ہے کہ میں ہر حال میں اسی کی محبت میں محدود رہونگا۔

وقد كان منها الطيف قدما يزورني ولما بزر ما باله يتعذر

اس کا خیال تھا جو خواب میں مجھ سے ملتا تھا جب اس نے گفتگو کی تو نہ جانے کیوں وہ معذرت کرنے لگا۔

فهل بخلت حتى بطيف خيالها أم اعتل حتى لايصح التصور

کیا اس نے خواب میں آنے والے خیال میں بخل کرلیا یا وہ خیال ختم ہوگیا کہ اب تصور بھی ممکن نہ رہا۔

ومن وجه ليلى طلعة الشمس تستضي وفي الشمس أبصار الورى تتحير

لیلیٰ کے چہرے سے سورج کا طلوع روشنی لیتا ہے اور سورج کی روشنی میں مخلوق کی نگاہیں چندھیا جاتی ہیں۔

وما احتجبت الا برفع حجابها   ومن عجبي أن الظهور تستر

اور سورج اپنے حجاب کو اٹھانے سے چھپ گیا اور میں متعجب ہوں کہ ظہور بھی چھپا دیتا ہے۔

جان لو کہ دلائل اس کے لئے نصب کئے گئے ہیں جو حق کو طلب کرتا ہے اُس کے لئے نہیں جو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے کیونکہ شہود کے واضح ہونے کی وجہ سے شاہد کو دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ وسائل کو اس ذات تک پہنچا کر معرفت حاصل کرنا کسبی معرفت ہے اور پھر یہی کسبی معرفت آخر کار بدیہی ہو جاتی ہے۔

جب کائنات میں ایسی اشیاء موجود ہیں جو اپنے ظہور میں کسی دلیل کی محتاج نہیں ہیں تو مکون یعنی کائنات کا بنانے والا بدرجہ اولیٰ دلیل کا محتاج نہیں۔ امام ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک ہم اس کی طرف ایمان وایقان کی بصارت سے دیکھتے ہیں چنانچہ ہم دلیل وبرہان سے غنی ہیں۔ کیا بادشاہ حقیقی کے سوا کسی اور کا بھی وجود ہے؟ اور اگر ہے تو پس ان کی مثال ہوا میں بکھرے ذرات کی سی ہے کہ اگر تم انھیں تلاش کرو تو کچھ نہیں پاتے۔ یہ قول کتنا عجیب بات ہے کہ کائنات حق تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے۔ ہائے افسوس کیا حق تعالیٰ کے وجود کے سامنے اس کائنات کے وجود کی کچھ حیثیت ہے جو یہ خدا تک پہنچائے گی؟ کیا اس کائنات میں وضاحت کا ایسا نور پایا جاتا ہے جو حق تعالیٰ کے پاس نہ ہو کہ جس کی وجہ سے کائنات اس ذات پاک کے لئے مظہر ہو؟

ہاں اگر کائنات حق تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے تو اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ رب تعالیٰ نے اسے اس مرتبہ پر قائم فرمایا ہے پس کوئی غیر اس تک نہیں پہنچ سکتا مگر جسے وہ چاہے۔ لیکن خیال رہے کہ حکیم سبحانہ وتعالیٰ ہی اسباب کو قائم فرمانے والا ہے اور اسباب اُسی کے لئے ہے جو ان پر رک جائے اور رب تعالیٰ کی قدرت تک نہ

پہنچے جو کہ عین حجاب ہے۔ **راوی حدیث کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں صبح کی کہ رات سے ایک بادل چھایا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے رب نے فرمایا کہ میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی اُن میں مؤمن بھی ہے اور کافر بھی۔ جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل ورحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے اور جس نے کہا ہم پر فلاں ستارے کی وجہ بارش ہوئی تو اُس نے میرا انکار کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔''** (بخاری ومسلم) اس حدیث کو امام مالک نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہوا کہ وجود کے اعتبار سے اسباب کا اثبات ضروری ہے مگر شہود کے اعتبار سے اُن کا انکار بھی ضروری ہے۔

اور کائنات اس ذات پاک کا مظہر یا معرف کس ہو سکتی ہے کہ وہی تو ہے جس نے اس کائنات کو ظاہر کیا یا اس کو معرفت دی۔ اگر تم کہو کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ جس نے اپنے رب کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا یہ اس بات پر دلالت ہے کہ نفس کی معرفت اللہ کی معرفت تک پہنچانے والی ہے۔ اور نفس بھی کائنات کی اشیاء میں سے ایک ہے چنانچہ اس سے ثابت ہوا کہ کائنات رب تک پہنچانے والی ہے۔

پس جان لو کہ میں نے ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ اس حدیث میں دو تاویل ہیں۔ پہلی تاویل یہ کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا یعنی نفس کی خست، عجز اور فقر کو جانا اس نے اللہ کو اس کی عزت، قدرت اور غنا کے ساتھ پہچانا۔ چنانچہ اس طریقے سے پہلے نفس کی معرفت ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی۔ دوسری تاویل یہ کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا تو حقیقۃً اس کا یہ فعل اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے اس نے اللہ کو پہچانا۔

چنانچہ پہلا سالکین کا حال ہے اور دوسرا مجذوبوں کا حال ہے۔

جان لو! اللہ تعالیٰ تمھارے لئے اپنے احسانات کی بساط بچھائے اور تمھیں اپنی بارگاہ کے اہل لوگوں میں شامل فرمائے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ جب کسی ولی سے دوستی کرتا ہے تو اغیار سے اس کا دل صاف کردیتا ہے اور دائمی انوار سے اس کی حفاظت کرتا ہے حتی کہ بعض عارفین نے فرمایا کہ جب حق سبحانہ وتعالیٰ نے آسمان کی حفاظت ستاروں اور شہاب ثاقب سے فرمائی کہ وہاں کی کوئی بات نہ سن لی جائی تو مؤمن کا دل اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے جیسا کہ حدیث قدسی ہے، **"مجھے نہ تو میری زمین سما سکتی اور نہ ہی میرا آسمان۔ میرے مؤمن بندے کا دل ہے جو میرے لئے وسعت رکھتا ہے۔"** پس دیکھ لو اللہ تم پر رحم فرمائے یہ معاملہ بہت بڑا ہے جو اس دل کو عطا کیا گیا حتی کہ وہ اس مرتبہ کا اہل ہوگیا۔

امام ابوالحسن شاذلی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اگر گناہگار مؤمن کے نور کو ظاہر کردیا جائے تو وہ زمین وآسمان کو بھردے، چنانچہ فرمانبردار مؤمن کے نور کے بارے میں تم کیا گمان کرسکتے ہو؟ میں نے ہمارے شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ اگر ولی کی حقیقت کو ظاہر کردیا جائے تو اس کی عبادت کی جانے لگے، کیونکہ اُس کے اوصاف ذات باری کے اوصاف سے ہیں اور اس کی خوبیاں اسی ذات کی خوبیوں میں سے ہیں۔ مجھے بعض مریدین نے خبردی کہ میں نے اپنے شیخ کی اقتداء میں نماز ادا کی تو میں نے ایسی شی کا مشاہدہ کیا کہ جس سے میری عقل حیران ہوگئی، اور وہ یہ کہ جب میں نے شیخ کے بدن کو دیکھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ انوار نے ان کے بدن کو بھردیا تھا۔ ان کے وجود سے ایسے انوار پھوٹ رہے تھے کہ جن کی وجہ سے میں شیخ کی جانب دیکھ بھی نہیں پارہا تھا۔ چنانچہ اگر حق تعالیٰ اپنے اولیاء کے قلوب کے انوار کی چمک کو ظاہر کردے، شمس قمر کا نور بھی ان

کے قلوب کے انوار کی چمک میں ماند پڑ جائے۔ شمس قمر کے نور کو اولیاء کے قلوب کے انوار سے کیا نسبت؟ سورج کو گہن بھی لگتا ہے اور وہ غروب بھی ہوتا ہے مگر اولیاء کے قلوب کے انوار کو نہ تو گہن لگتا ہے اور نہ ہی وہ غروب ہوتے ہیں۔ اسی لئے کسی نے کہا،

ان شمس النهار تغرب بالليل وشمس القلوب ليست تغرب

ترجمہ: بے شک دن کا سورج رات کو غروب ہوجاتا ہے مگر دلوں کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔

سورج کے نور سے آثار کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور یقین کے نور سے مؤثر کا۔ ہم نے اسی معانی کچھ اشعار کہے ہیں،

هذه الشمس قابلتنا بنور ولشمس اليقين أبهر نورا

ترجمہ: یہ سورج ہمارے سامنے نور کے ساتھ ہے مگر یقین کے سورج کا نور بہت تیز ہے۔

فرأينا بهذه النور لكنا بهاتيك قد رأينا المنيرا

ہم نے اس نور کے ذریعے سے بھی دیکھا مگر اُس (نور یقین) سے تو ہم نے منور کرنے کو دیکھ لیا۔

لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ کائنات کی موجودات کا پورا پورا حق ادا فرماتا ہے اور ہر ایک کا حصہ عطا فرماتا ہے، چنانچہ اس نے ہر شی کا رتبہ مقرر فرما اس کی دولت اسے بخشی۔ اسی لئے اس نے خاص راز کو وجود بشریت میں چھپادیا۔ سورج کے لئے بادل اور حسیناؤں کے لئے نقاب ضروری ہے اسی طرح خزانہ کا مدفون اور راز کا مستور ہونا ضروری ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ اس لئے کیا تاکہ راز ولایت بھی چھپا رہے اور اس پر ایمان لانے والا غیب پر ایمان لانے والا ہوجائے۔ اور راز ولایت کو چھپانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ولایت اتنی

معزز ہے کہ یہ فانی دنیا اس قابل نہیں اسے اس میں ظاہر کیا جائے، چنانچہ اس نے اس پر پردہ ڈال دیا یہاںتک کہ جب دار آخرت کولایا جائیگا کہ جس کے بارے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اپنی ذات کو اس میں ظاہر کرے، اپنے قرب کو عیاں کرے اور حجاب کو اُٹھادے تو اسی طرح وہاں ولایت کے راز سے بھی پردے کو اٹھادے گا، اس کی قدر کو بزرگی بخشے گا اور اس کے منار کو بلند فرمائے گا۔

جان لو! اللہ تم پر رحم فرمائے، کہ اللہ اپنے اولیاء میں سے جسے چاہتا ہے کہ وہ لوگوں کو دعوت الی اللہ دیں تو وہ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دیتا ہے۔ پھر حق تعالیٰ اسے دو لباس پہناتا ہے: ایک جلالت کا لباس اور دوسرا حسن کا۔ جلالت تو اس لئے عطا فرماتا ہے کہ لوگ اس کی تعظیم کریں تا کہ لوگ اس کے سامنے ادب کے دائرہ میں رہیں۔ اور بندوں کے دلوں میں اس کی ہیبت کو ڈال دیتا ہے جس سے وہ لوگوں کو دیکھتا ہے تا کہ جب وہ اُمر و نہی کرے تو لوگ اس پر کان دھریں۔ اور حق تعالیٰ نے یہ ہیبت لوگوں کے دلوں میں بطور غلبہ ڈالی ہے تا کہ وہ اس ولی کو اللہ کے حکم کو قائم کرنے میں مدد دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الحج ۴۱، پ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: ''وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لیے سب کاموں کا انجام۔'' اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اپنے مؤمن بندوں کے لئے عزت کا اظہار ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے، وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (المنافقون ۸، پ۲۸) ترجمہ کنز الایمان: ''اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی

کے لیے ہے۔''

اور یہ ہیبت جو حق تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے واسطے لوگوں کے دلوں میں ڈالی ہے وہ لوگوں پر طاری ہو کر اولیاء کے مقام و مرتبہ کے لئے وسعت پیدا کر دیتی ہے۔ کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں سنا کہ، ''**ایک مہینے کی مسافت تک میری رعب سے مدد کی گئی۔**'' (بخاری، مشکوۃ، نسائی) حق تعالیٰ انھیں ہیبت کے لباس پہنا دیتا ہے اور اُن پر اپنی عظمت کی بزرگی ظاہر کر دیتا ہے۔ جب جب اولیاء عبودیت کی زمین پر نزول کرتے ہیں حق تعالیٰ انھیں خصوصیت کے آسمان پر بلند فرما دیتا ہے۔ چنانچہ اولیاء ہی بادشاہ ہیں اگر چہ ان کے آگے علم بردار نہیں چلتے، اور نہ ہی ظاہری لشکر ہوتے ہیں۔ اللہ ہی کے لئے حمد ہے۔ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے،

يأبى الجواب فمايرجع هيبة والسائلون نواكس الأذقان

ترجمہ: وہ دربانوں کو منع کر دیتے ہیں اور ظاہری ہیبت کے لئے کوشش نہیں کرتے درآنحالیکہ سائلین ٹھوڑیوں سے ٹکراتے ہیں۔

أدب الوقار وعز سلطان التقى فهو المطاع وليس ذا سلطان

ان کے پاس وقار اور سلطان کی سی عزت ہوتی ہے پس انہی کی اطاعت کی جاتی ہے حالانکہ ظاہری طور پر ان کے پاس کوئی طاقت نہیں ہوتی۔

اور اللہ تعالیٰ جسے اپنے نفس اور خواہشات پر قدرت دیدے حقیقتہ اسے بادشاہت عطا فرما دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ (آل عمران ۲۶، پ۳) ترجمہ کنز الایمان: ''یوں عرض کر اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے۔'' میں نے ہمارے شیخ ابو العباس کو فرماتے سنا کہ کسی بادشاہ نے ایک عارف باللہ سے کہا کہ آپ اپنی کوئی تمنا بیان کریں۔ اس عارف

نے جواب دیا: کیا آپ مجھ سے یہ بات کہہ رہے ہیں؟ حالانکہ میرے دو غلام ہیں جن کا میں مالک ہوں مگر وہ تم پر حکومت کرتے ہیں۔ میں نے ان کو دبایا ہوا ہے مگر انھوں نے تمھیں دبایا ہوا ہے اور وہ شہوت اور حرص ہیں۔ چنانچہ آپ تو میر غلاموں کے غلام ہیں، پس میں اپنے غلاموں کے غلام کے سامنے کیونکر تمنا کروں؟

دوسرا لباس جو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو مخلوق کے سامنے ظاہر کرتے وقت پہناتا ہے وہ حسن کا لباس ہے۔ اور یہ اس لئے پہناتا ہے کہ وہ مخلوق کے دل میں گھر کرلیں چنانچہ مخلوق ان کی جانب محبت والفت سے نگاہ کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مخلوق ان کی اطاعت کرتی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شان میں کیا فرمایا، وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ (طٰہٰ ۳۹، پ۱۶) ترجمہ کنز الایمان: ''اور میں نے تجھ پر اپنی طرف کی محبت ڈالی۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے، إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (المریم ۹۶، پ۱۶) ترجمہ کنز الایمان: ''بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کردے گا۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہیبت وحسن کا لباس پہنایا تاکہ بندے اُن سے محبت کریں۔ پس اولیاء کی محبت انھیں اللہ کی محبت کی طرف کھینچ لے جائے۔ اور اللہ کے لئے محبت کرنا اللہ کی جانب سے محبت کو لازم کرتا ہے، جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ، **''میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہے۔''**

(مؤطا امام مالک)

اللہ کی محبت کے چار درجے ہیں ۱۔ اللہ کے لئے محبت (الحب للہ) ۲۔ اللہ (کے معاملات) میں محبت (الحب فی اللہ) ۳۔ اللہ سے محبت (الحب باللہ) ۴۔ اللہ کی جانب سے محبت (الحب من اللہ)۔

اللہ کے لئے محبت: یہ ابتداء ہے اور اللہ کی جانب سے محبت انتہا ہے۔ اور اللہ میں محبت اور اللہ کے ساتھ محبت ابتداء وانتہا کے درمیان واسطہ ہیں۔

اللہ کے لئے محبت یہ ہے کہ تو اللہ ہی کو ترجیح دے اور غیر کو اس ذات پاک پر ترجیح نہ دے۔ اور اللہ میں محبت یہ ہے کہ تو کسی سے اس لئے محبت کرے کہ وہ اللہ کا فرمانبردار ہے۔ اور اللہ سے محبت یہ ہے کہ تو کسی سے اس لئے محبت کرے کہ وہ اللہ سے محبت کرتا ہے اور اس شخص سے تیری اس محبت میں تیرا نفس وخواہش شامل نہ ہو۔ اللہ کی جانب سے محبت یہ ہے کہ اللہ تجھے ہر چیز سے چھین لے اور تو اس کے سوا کسی سے محبت نہ کرے۔

الحب للہ (اللہ کے لئے محبت) کی علامت حضور قلبی کے ساتھ دوام کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہنا ہے۔ **الحب فی اللہ** (اللہ میں محبت) کی علامت یہ ہے کہ اگر نیک آدمی تیری دنیا کے معاملے میں تجھ سے بدسلوکی کرے تو پھر بھی اس سے محبت رکھے۔ **الحب باللہ** (اللہ کے ساتھ محبت) کی علامت یہ ہے کہ تیرے نفس میں لذت کا محرک اللہ کے نور کی وجہ سے مقہور ہوجائے۔ اور **الحب من اللہ** (اللہ کی جانب سے محبت) کی علامت یہ ہے کہ اللہ تجھے اپنی طرف کھینچ لے۔ پس اس ذات کے سوا ہر شی تجھ سے پوشیدہ ہوجائے۔ امام ابوالحسن شاذلی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جو اللہ سے محبت کرے اور اللہ ہی کے لئے محبت کرے تو محبت کے اعتبار سے اس کی ولایت کامل ہوجاتی ہے۔

محبّ (محبت کرنے والا) حقیقت میں وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کے دل پر محبوب کے سوا کسی کا زور نہ ہو، اور محبوب کی مشیت کے سوا کسی کی مشیت نہ ہو۔ پس جب کسی کی اللہ سے ولایت ثابت ہوجاتی ہے تو وہ موت کو ناپسند نہیں کرتا۔ اور یہ بات فرمان باری تعالیٰ سے پتہ چلتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے، قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (الجمعہ ۶، پ۲۸) ترجمہ

کنز الایمان: ''تم فرماؤ اے یہودیو! اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔''

پس حقیقۃً ولی وہ ہوتا ہے جب اس پر موت پیش کی جائے تو وہ اسے مکروہ نہ جانے۔ اور حق یہ ہے کہ اللہ اسی سے محبت کرتا ہے جو اللہ کے سوا کسی کو محبوب نہ رکھتا ہو اور اللہ اسی کے لئے پسند فرماتا ہے جو اپنی خواہش کی وجہ سے کسی کو پسند نہ کرتا ہو۔ اور جس نے مولیٰ تعالیٰ کی محبت کا مزہ چکھ لیا وہی اس سے **ملاقات** چاہتا ہے۔

تمہاری محبت دس میں مخصوص ہے اور باقی پر تم خود غور کر لو۔ ۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۔ (ابوبکر) صدیق، ۳۔ (عمر) فاروق ۴۔ والصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین ۵۔ تابعین ۶۔ اولیاء ۷۔ اللہ کی بارگاہ کی طرف ہدایت کرنے والے علماء ۸۔ شہداء ۹۔ صالحین ۱۰۔ مؤمنین

اگر ایمان کے بعد تیرا معاملہ دس اشیاء میں منقسم ہوجائے یعنی سنت وبدعت، ہدایت وضلالت، نیکی وگناہ، عدل وظلم، حق وباطل، اور تو نے ان میں فرق کیا اور تو نے ان سے محبت کی اور نفرت کی، اور تیری یہ محبت اس ذات کی وجہ ہو اور نفرت بھی اسی ذات کی وجہ سے ہو پھر تو پرواہ نہ کر کہ دونوں میں سے کس پر ہے۔ اور کبھی ایک ہی شخص میں یہ دونوں وصف جمع بھی ہوجاتے ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ ان دونوں امور کے حقوق ادا کرو۔ اگر تم پر ظاہر ہوجائے کہ تمہارا الحب للہ پہلے دس میں ہے تو اب دیکھو کہ اس میں تمہاری نفس کی خواہش تو شامل نہیں۔ اسی طرح تیرے سچے بھائیوں، مشائخ صالحین، علماء معتمدین اور وہ تمام لوگ جو تمہارے سامنے ہیں اور وہ جو موجود نہیں یا مر چکے ہیں، کے معاملے میں اپنی محبت کو پرکھ لو۔ پس اگر تمہارے دل میں حاضرین کے حوالے سے کوئی رنجش نہیں جس طرح کہ غیر موجود یا مرنے والوں کے حوالے سے تمہارے دل میں کوئی بات نہیں تو تمہاری محبت

نفسانی خواہش سے پاک ہے اور تمہارے لئے الحب للہ ثابت ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی کے بارے تمہارے دل میں کوئی خلش ہے علم کی طرف رجوع کرو اور پانچ اقسام یعنی واجب، مستحب، مکروہ، حرام اور مباح کی طرف نظر کرو۔

جان لو کہ امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول، ''جس کی ولایت ثابت ہوگئی ہو وہ موت کو ناپسند نہیں کرتا۔'' یہ ایک ہے میزان جو انھوں نے اپنے مریدین کو عطا فرمائی تاکہ اُن میں سے کوئی دعوی ولایت کرے یا اور کسی مرتبہ کا دعویٰ کرے تو خود کو جانچ لیں کیونکہ نفس کی عادت دعویٰ کرنے اور بغیر درست کوشش کے مراتب عالیہ پر براجمان ہونے کی ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (النمل ۶۴، پ۲۰) ترجمہ کنز الایمان: ''تم فرماؤ کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' یہاں پر ارشاد فرمایا، فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (الجمعہ ۶، پ۲۸) ترجمہ کنز الایمان: ''تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، **''ہر شی کی حقیقت ہوتی ہے تو تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟'' اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارثہ سے ارشاد فرمایا، ''تم نے صبح کس حال میں کی؟ تو انھوں نے عرض کی کہ سچے مؤمن کی حالت میں صبح کی۔''** چنانچہ جس میں اللہ کی محبت کے سوا ذرا بھی کچھ ہو تو اللہ ایسی محبت پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اسے جو گناہوں پر ڈٹا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے موت کی تمنا کو ولی کی ولایت پر گواہ قرار دیا اور اس کی تمنا نہ کرنے کو گمراہ کی گمراہی پر گواہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (الرحمٰن ۹، پ۲۷) ترجمہ کنز الایمان: ''اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو۔'' لہذا موت افعال واحوال

کے لئے میزان ہے کہ جس طرح مراتب کے لئے میزان ہے۔

مراتب کا ذکر تو گذشتہ سطور میں گذرا، ہاں افعال واحوال کے حوالے سے قاعدہ یہ ہے کہ اگر تمھیں اپنے کسی معاملے میں شک ہو اور تم اس کی حقیقت کو سمجھ نہیں پا رہے ہو کہ اللہ کی رضا اس کے چھوڑنے میں ہے یا کرنے میں، یا تم کسی ایسی حالت میں ہو کہ جس کے بارے میں نہیں جان پا رہے کہ میں حق پر ہوں یا اپنی خواہش کی پیروی کر رہا ہوں تو تم خود پر موت کو پیش کرو۔ پس ہر وہ حالت یا عمل جو موت پیش کرنے کے بعد ثابت رہے اور وہ دور نہ ہو تو وہ معاملہ حق ہے اور ہر وہ حالت یا عمل جسے موت دور کر دے تو وہ باطل ہے، کیونکہ موت حق ہے اور حق باطل کو شکست دیتا ہے اور اس کا بھیجا نکال دیتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے، بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ (الانبیاء ۱۸، پ ۱۷) ترجمہ کنز الایمان: ''بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے، قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (السبا ۴۸، پ۲۲) ترجمہ کنز الایمان: ''تم فرماؤ بے شک میرا رب حق پر القا فرماتا ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے، وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل: ۸۱، پ۱۵) ترجمہ کنز الایمان: ''اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔'' پس تم جس بات میں حق پر قائم ہو اور موت اسے شکست نہ دے، تو وہ حق ہے کہ موت حق ہے اور حق حق کو شکست نہیں دیتا۔ ایک مرتبہ میری ایک شخص سے گفتگو ہوئی جو علمی کاموں میں مشغول رہتا تھا۔ ہم بحث کر رہے تھے کہ حصولِ علم میں اخلاصِ نیت کی ضرورت ہے اور اس کام میں صرف اللہ ہی کے لئے مشغول ہونا چاہیے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ جو حصولِ علم

میں اللہ کے لئے مشغول ہو اگر تم اس سے کہو کہ کل تم مرجاؤ گے تو وہ اپنے ہاتھ سے کتاب نہیں چھوڑے گا۔

کسی غافل طالب علم کو کہیں یہ قول دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ ''ہم نے علم غیر اللہ کے لئے طلب کیا تھا مگر علم نے غیر کے لئے ہونے سے انکار کر دیا۔'' طلبِ دنیا وجاہ کے لئے علم حاصل کرنے والے کے لئے اس قول میں کوئی ایسی بات نہیں جو اسے سکون بخشے بلکہ قائل نے اس قول میں خود پر ہونے والے احسان الٰہی اور اُس فتنے کا ذکر کیا جس سے اسے بچا لیا گیا۔ اس معاملہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دوسرا اپنے کو اس پر قیاس کرے۔ یہ تو ایسے ہی ہو گیا کہ جیسے کسی شخص کی آنت میں پرانا مرض ہو اور وہ علاج سے عاجز آچکا ہو، اس کی زندگی اس پر بھاری ہو چکی ہو۔ چنانچہ وہ خنجر سے اپنا پیٹ پھاڑ لے تاکہ مر جائے، مگر وہ خنجر اتفاقاً اسی آنت میں لگا جس سے اس کا مرض نکل گیا۔ اگرچہ اس فعل سے اُس کی تکلیف درست ہو گئی مگر کوئی بھی ذی عقل اسے درست نہیں قرار دے گا۔ اور خیال رہے کہ خود کو ہلاکت میں ڈالنے والوں کی عاقبت کی سلامتی سے وہ عتاب نہیں ختم ہو جاتا جو اس برے فعل کی وجہ سے اس پر ہوگا۔ دھوکے میں رہنے والا شخص قابل ستائش نہیں اگرچہ وہ ہلاکت سے بچ جائے۔

اور امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ''اللہ اُس سے محبت فرماتا ہے جس کا اللہ کے سوا کوئی محبوب نہ ہو۔'' ایسا قول ہے جو محبت کی معرفت کی وضاحت کرتا ہے کہ محبت کیا ہے؟ جان لو! محبت یقین کے اعلیٰ ترین مقامات میں سے ہے حتیٰ کہ اہل اللہ کا اس بات میں اختلاف ہوا کہ مقامِ محبت اکمل ہے یا مقامِ رضا؟ بہر حال ہمارے نزدیک تو مقامِ رضا ہی اکمل ہے کیونکہ کبھی محبت کا زور محبّ پر غلبہ کر جاتا ہے اور اس پر وجود کا شوق حاوی آ جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ شہودِ ذات کی طلب کر بیٹھتا ہے جو اس کے مقام کے لائق

نہیں ہوتا۔کیاتم دیکھتے نہیں کہ محبّ محبوب کا دائمی شہود چاہتا ہے۔ اور جواللہ کی رضا پر راضی ہے اُسے خواہ شہود ہو یا نہ ہو وہ راضی ہی رہتا ہے۔محبّ دائمی وصل چاہتا ہے جبکہ راضی برضاءِ الٰہی کو وصل ملے یا اسے دور کردیا جائے تو بھی وہ اللہ سے راضی ہی رہتا ہے چنانچہ وہ اپنے نفس کے لئے کچھ نہیں طلب کرتا، بلکہ وہ ارادہ الٰہی کے ساتھ ہوتا ہے کہ اللہ جو چاہے کرے۔محبّ محبوب سے دائمی مراسلت چاہتا ہے جبکہ راضی برضاء الٰہی کی کوئی طلب نہیں ہوتی۔ اسی معنی میں ہم نے اشعار کہے ہیں:

وکنت قدیما اطلب الوصل منهم   فلما أتانی العلم وارتفع الجهل

ترجمہ: پہلے میں اُن سے وصل چاہتا تھا لیکن جب مجھے علم ہوا میری جہالت دور ہوئی۔

تیقنت أن العبد لا طلبا له   فان قربوا فضل وان بعدوا عدل

تو مجھے یقین ہوگیا کہ بندے کی کوئی طلب نہیں ہوتی اور بندوں کو قرب بخشا جائے اس کا فضل ہے اور اگر دور کردیئے جائیں اس کا عدل ہے۔

وان أظهروا لم یظهروا غیر وصفهم   وان ستروا فالستر من أجلهم یحلو

اگر انھیں لوگوں میں ظاہر کردیا جائے تو بناوٹ نہیں کرتے اور انھیں پوشیدہ کردیا جائے تو پوشیدگی ان کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔

امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ المحبة من الله(اللہ کی جانب سے محبت)بندے کے قلب کو خدا کے سوا ہر شی سے جدا کردیتی ہے اسی لئے تم دیکھو گے کہ اس کا نفس اطاعت کی طرف مائل اور عقل معرفت میں محصور، روح بارگاہ الٰہی میں حاضر، سر مشاہدہ الٰہی میں غرق ہوتا ہے اور بندہ زیادہ کی تمنا کرتا ہے اسے زیادہ دیا جاتا ہے اور اس پر مناجات کی لذت سے زیادہ شیریں ابواب کھولے جاتے ہیں، چنانچہ اسے قرب کی تالین پر قربت کے حلّے پہنائے جاتے، اُسے سربند حقائق سے آشنا اور محقق علوم سے مزین

کیا جاتا ہے۔اسی وجہ سے بزرگوں نے ارشاد فرمایا کہ اولیاء اللہ دلہنیں ہیں اور دلہن کو مجرم نہیں دیکھ سکتے۔کسی نے آپ سے کہا کہ آپ نے محبت کو جان لیا، پس آپ بتایئے کہ محبت کی شراب کیا ہے؟ محبت کا جام کیا ہے؟ کون ساقی ہے؟ اس کا ذائقہ کیسا ہے؟ اُس کی سیرابی کیا ہے؟ اس کا نشہ کیا ہے؟ اس کی ہوش مندی کیا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوابا ارشاد فرمایا کہ جمالِ محبوب پر چھایا ہوا نور شراب ہے۔دلوں کو پہنچنے والا لطف اس کا جام ہے۔اور بندوں میں سے مخصوص لوگ یعنی اولیاء اور صلحاء کا سب سے بڑا مددگار یعنی اللہ تعالیٰ اپنے محبین کی تقدیروں اور مصالح کو جاننے والا اُس شراب کا ساقی ہے۔پس جس کے لئے اس جمال کو ظاہر کردیا گیا اور اسے اس مشاہدہ میں دو ایک سانس عطا کئے گئے پھر اس پر پردہ ڈال دیا گیا تو وہ اشتیاق کے ساتھ ذائقہ چکھنے والا ہے۔اور جس کے لئے یہ مشاہدہ ایک دو گھڑی برقرار رہا ہے وہ حقیقۃ پینے والا ہے۔اور جس کے لئے یہ مشاہدہ جمال جاری رکھا گیا اور وہ اس سے پیتا رہا حتیٰ کہ اس کی رگیں اور جوڑ جوڑ اللہ کے پوشیدہ انوار سے بھر گئے پس وہ سیر ہونے والا ہے۔اور جو جمالِ محبوب کی شراب پی کر عقل وحس سے بیگانہ ہوا حتیٰ کہ اُسے یہ بھی خبر نہ ہو کہ کیا کہہ رہا ہے؟ اور اسے کیا کہا جارہا ہے؟ تو یہ اس کا نشہ (سکر) ہے۔اور جنھیں جام پر جام پلائے جاتے ہوں، جن کے حالات بدلتے رہتے ہوں پس وہ ذکر وطاعت کی طرف لوٹ آتے ہوں، اور مقدورات الٰہیہ کے باوجود صفات سے محجوب نہ ہوتے ہوں تو یہ ان کی ہوشمندی (صحو) کا وقت ہے۔ پس وہ لوگ اپنی رات میں علم کے ستاروں اور توحید کے چاند سے ہدایت لیتے ہیں۔اور اپنے دن میں معارف کے سورجوں سے روشنی لیتے ہیں۔ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلہ۲۲،پ۲۸) ترجمہ کنز الایمان: ''یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔''

امام ابوالحسن شاذلی کے شیخ قطب عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا، ''شرک سے طہارت کو لازم کرلو۔ جب کبھی دنیا کی محبت سے محدث (ملوث) ہوجاؤ تو طہارت حاصل کرلو۔ جب کبھی شہوت کی طرف مائل ہوجاؤ یا خواہشات کی وجہ سے جوفساد پیدا ہوجائے تو توبہ سے اس کی اصلاح کرلو۔ تم پر وقار اور تنزیہہ کے ساتھ اللہ کی محبت لازم ہے۔ محبت کی شراب، محبت کے جام سے ہمیشہ پیتے رہو، خواہ سکر (نشہ) میں ہو یا صحو (ہوش) میں۔ جب کبھی افاقہ ہو یا ہوش آئے تو اور پی لو حتیٰ کہ تمہارا سکر اور صحو اسی کے ساتھ ہو، حتیٰ کہ تم اس کے نورِ جمال اور کمالِ قدس کے ظہور میں محبت، شراب اور جام سے بھی غافل ہوجاؤ۔ شاید میں ایسے کے سامنے محبت، شراب، شرب، جام، سکر اور صحو کی باتیں کر رہا ہوں جو اسے جانتا بھی نہیں۔ کسی نے عرض کی کہ ہاں یہ ٹھیک ہے مگر کتنے ہی غرق ہونے والے ایسے ہوتے جنھیں اپنے ڈوبنے کا بھی پتہ نہیں چلتا، چنانچہ آپ مجھے پہچان کروادیں اور اس کے بارے میں آگاہ کردیں جس سے میں جاہل ہوں یا مجھ پر نعمت نازل کی گئی اور میں اس سے بے خبر ہوں۔ میں نے تم سے کہا کہ المحبۃ من اللہ (اللہ کی جانب سے محبت) کی نعمت اُس کے دل کو اُچک لیتی ہے جو اللہ کے نورِ جمال اور کمالِ قدس کے ظہور سے محبت کرتا ہو۔ اور شرابِ محبت نام ہے اوصاف کو ملا لینے کا، یعنی اخلاق کو اخلاق سے، انوار کو انوار سے، اسماء کو اسماء سے، نعت کو نعت سے اور افعال کو افعال سے اور اللہ تعالیٰ اس معاملے میں جسے چاہتا ہے اُس کی نظر کو وسیع فرمادیتا ہے۔ اور در اصل دلوں، پٹھوں اور رگوں کو اس شراب سے سیراب کردینے کا نام شرب (پینا) ہے حتیٰ کہ وہ مدہوش (سکر) ہوجائے اور پلانے کا یہ عمل پگھلانے کے بعد درجہ بدرجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے مطابق پلایا جاتا ہے۔ بعض وہ ہیں جو بغیر کسی واسطہ کے پیتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ان کے معاملے کا ذمہ دار ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو بالواسطہ پیتے ہیں

جیسے ملائکہ، علماء اور اکابر مقربین سے۔ اُن میں بعض وہ ہیں جو شہود کے جام سے مدہوش ہوجاتے ہیں اور اس کے بعد کچھ نہیں چکھتے۔ اور ذائقہ چکھنے، پینے، سیر ہونے اور مشروب سے مدہوش ہونے کے بعد باقی ہے کیا؟ پھر ہوش مندی (صحو) بھی مختلف درجوں کا ہوتی ہے جس طرح مدہوشی کے درجات ہیں۔ جام حق تعالیٰ کا چلو ہے اور وہ اس پاکیزہ، خالص اور صاف شراب کا چلو اپنے بندوں میں سے مخصوص لوگوں کو پلاتا ہے۔ پینے والا کبھی اس جام کو ظاہری طور پر مشاہدہ کرتا ہے، کبھی معنوی طور پر اور کبھی علمی طور پر۔ ظاہری طور پر مشاہدہ کرنے سے مراد بدن اور نفس کی لطف اندوزی ہے، معنوی طور پر قلب وعقل کی اور علمی طور پر روح واسرار کی۔ ہائے وہ کتنا خوش نصیب ہے جسے اتنا میٹھا شربت ملا اور خوش خبری ہے اس کے لئے جس نے اسے پیا اور دائمی طور پر پیتا رہا اور اس سے الگ نہ کیا گیا۔ ہم اللہ سے اُس کے فضل کا سوال کرتے ہیں: ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (الجمعہ۴، پ۲۸) ترجمہ کنز الایمان: ''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔'' کبھی محبین کی ایک جماعت جمع ہوکر ایک ہی جام سے پیتی ہے اور کبھی متعدد جاموں سے۔ اور کبھی ایک ہی شخص ایک جام سے اور کبھی ایک سے زائد جاموں سے پیتا ہے۔ کبھی جاموں کی تعداد کے اعتبار سے مشروبات بھی مختلف ہوتے ہیں اور کبھی ایک ہی جام سے مختلف مشروب پلائے جاتے ہیں اگرچہ اس سے پینے والے محبین جم غفیر ہوں۔

انعطاف (جہتِ نو)

پھر جان لو! اللہ اپنے انوار کے شہود کے لئے تمہاری بصیرت کو کھولے اور تم پر اپنے معارف وارد فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے اولیاء کے لئے اعلیٰ ترین عطا وجودِ عبارت (تعبیر کا علم) ہے۔ میں نے ہمارے شیخ ابوالعباس مُرسی کو فرماتے سنا'' کہ

ولی اللہ علوم سے مزیّن ہوتا ہے اور معارف وحقائق اس کے سامنے حاضر ہوتے ہیں، حتیٰ کہ اگر اُسے کوئی عبارت پیش کی جائے تو گویا اُسے اللہ کی طرف سے کلام کی اجازت ہوتی ہے۔ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ جسے اللہ کی طرف سے کلام کی اجازت ہوتی ہے اُس کا کلام مخلوق کے کانوں میں رس گھول دیتا ہے، اور اُس کے اشارات بہت شیریں ہوجاتے ہیں''۔ میں نے ہمارے شیخ ابوالعباس مُرسی رحمۃ اللہ علیہ کوفرماتے سنا کہ ''(خدا ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) اجازت یافتہ کا کلام اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر بہترین لباس اور رونق ہوتی ہے جبکہ غیر ماذون کا کلام انوار سے عاری ہوتا ہے، حتیٰ کہ دو آدمی ایک ہی حقیقت سے متعلق کلام کرتے ہیں مگر ایک کلام مقبول ہوجاتا ہے اور دوسرے کا رد کردیا جاتا ہے''۔

پھر جان لو! بے شک ولی کا دارومدار اللہ پر کفایت، اُسی کے عطا کئے علم پر قناعت اور اس کی بارگاہ کی حضوری پر توجہ میں ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے: وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ'' (الطلاق ۳، پ ۲۸) ترجمہ کنزالایمان: ''اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر ۳۶، پ ۲۴) ترجمہ کنزالایمان: ''کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں''۔ ارشاد باری ہے، اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى (العلق ۱۴، پ ۳۰) ترجمہ کنزالایمان: ''تو کیا حال ہوگا کیا نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے''۔ ارشاد باری ہے: اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (حٰم السجدہ ۵۳، پ ۲۵) ترجمہ: ''کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں''۔
چنانچہ ابتداء میں اولیاء کے امر کی بنیاد مخلوق سے فرار، اللہ بادشاہ حقیقی کی طرف

توجہ، اعمال کے اخفاء، احوال کی رازداری، اپنی فناء کی تحقیق، اپنے زہد پر ثابت قدمی، دلوں کی سلامتی کے ساتھ عمل، اپنے آقا عزوجل کی محبت میں اعمال میں اخلاص پر ہوتی ہے حتیٰ کہ جب یقین قرار پکڑ جاتا ہے اور وہ رسوخ و وثوق سے مؤید اور فنا کی حقیقت سے روشناس کروادیئے جاتے ہیں تو اُنھیں بقاء کی طرف پھیر دیا جاتا ہے۔ اس مقام پر اگر اللہ چاہے تو انھیں ظاہر کردے یا انھیں مخفی کردے۔ اگر وہ چاہے تو انھیں اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کردیتا اور چاہے تو انھیں مخفی کردیتا ہے اور جب مخفی کرتا ہے تو ہر شی سے جدا کرکے اپنی طرف کرلیتا ہے۔ ولی کا مخلوق میں ظاہر ہونا نہ تو اپنے نفس کے لئے اور نہ ہی اپنے ارادہ سے ہوتا بلکہ اللہ کے لئے اور اللہ ہی کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ ولی کا مقصود نہ خلوت ہوتی ہے اور نہ جلوت، جیسا کہ ہم نے گذشتہ سطور میں لکھا۔ پس جب ظہور ان کا مقصد نہیں ہوتا اور اللہ ان کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو انھیں ظاہر کردیتا ہے تو وہی اُن کی اس معاملے میں مدد فرماتا اور مراتب میں بلندی عطا فرماتا ہے، جیسا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، **''اے ابو عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت طلب نہ کرو کیونکہ اگر تمھیں یہ بے مانگے ملے گی تو تمھاری اس میں مدد کی جائیگی اور مانگنے سے ملے گی تو تمھیں اِس کے حوالے کردیا جائیگا۔''** چنانچہ اولیاء میں سے جو اللہ کے لئے عبودیت میں محقق ہوچکا ہو وہ نہ ظہور طلب کرتا ہے اور نہ ہی خفا، بلکہ اس کا ارادہ اپنے مولیٰ تعالیٰ کے اختیار پر موقوف رہتا ہے۔ ابوالعباس مُرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ظہور کو پسند کرتا ہے وہ ظہور کا بندہ ہے اور جو خفا کو پسند کرتا ہے وہ خفا کا بندہ ہے اور جو اللہ کا بندہ ہے اس کے لئے برابر ہے خواہ مولیٰ تعالیٰ اسے ظاہر کرے یا مخفی رکھے۔

ہم اس مقدمہ کو کرامات اولیاء کے جواز، وقوع اور اقسام کے مختصر بیان کے ساتھ ختم کرنا چاہیں گے۔ ہم سے پہلے کسی نے اس مسئلے کے بارے میں گفتگو کی اور اس میں طعن

کیا،لیکن ہم سمجھ والوں کے لئے ایسے مفید نکات بیان کریں گے جو اس عقیدہ کے چہرے کے حسن سے نقاب کو اتار دیگا، تاکہ تمھارے لئے صوفیاءِ کرام کی اُن کرامات کو ماننے میں آسانی ہوجائے جو ہم بیان کریں گے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کی دلیل میں روشن نشانیاں بیان کریں گے۔

کرامات اولیاء

جان لو! کرامات اولیاء پر دو جہات سے کلام کیا جا سکتا ہے۔پہلی جہت اس کے جواز یعنی ممکن ہونے کے متعلق، اور دوسری جہت اس کے وقوع یعنی ظاہراً اس کی موجودگی کے اعتبار سے۔

جہاں تک اس کے جواز کا تعلق ہے تو اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اولیاء سے کرامت کا ظاہر ہونا ممکن ہے کیونکہ اگر یہ ممکنات میں سے نہ ہوتو پھر یا تو یہ واجبات میں سے ہوگی یا محالات میں سے۔اور یہ سراسر باطل ہے کہ کرامت محالات میں سے ہو کیونکہ محال وہ ہوتا ہے کہ جس کے وجود کو فرض کیا جائے تو کوئی محال عقلی لازم آئے اور کرامات کے وجود کو فرض کرنے سے کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا۔اور یہ بھی باطل ہے کہ اولیاء سے کرامات کا صدور واجب (ضروری) ہو کیونکہ صوفیاء کا اجماع ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ولی حقیقۃً ولی اللہ ہو مگر اس سے کوئی خلاف عادت کام (کرامت) ظاہر نہ ہو۔ چنانچہ یہ متعین ہوگیا کہ کرامات ممکنات میں سے ہے اور ہر شی جو ممکنات میں سے ہو اسے عقل محال قرار نہیں دیتی۔اور جسے عقل محال نہ قرار دیتی ہو نیز اس کے عدم وقوع پر کوئی نقل بھی نہ ہو تو جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ذریعے اپنے اولیاء کو تکریم بخشے۔

پھر یہ کرامات کبھی زمین کو طے کرنے، پانی پر چلنے، ہوا میں اڑنے، گذشتہ واقعات کی اطلاع، آئندہ واقعات کی اطلاع، کھانے اور پانی میں اضافہ کرنے، کسی پھل کو

غیر موسم میں لانے، بغیر کسی گڑھے کے پانی کا چشمہ جاری کرنے، حیوانات کو مسخر کرنے، دعا کے ذریعے بے موسم بارش برسا کر، بغیر غذا کے لمبے عرصہ گذارہ کرکے، سوکھے درخت پر پھل اگانے اور اسی کے مثل دیگر صورتوں میں ہوتی ہے۔

اور وہ کرامات جو اہل اللہ کے نزدیک مذکورہ بالا کرامات سے افضل اور اعلیٰ ہیں وہ کرامت معنوی ہے، مثلاً اللہ کی معرفت، اس کی خشیت، اس کا دائمی مراقبہ، اس کے اوامر ونواہی پر عمل میں جلدی کرنا، یقین میں رسوخ، قوت میں تمکین، دائمی متابعت، اللہ کی جانب سے سننا، اس کی جانب سے سمجھ، اس پر دائمی بھروسہ، اسی پر سچا توکل اور اسی کے مثل دیگر اعمال۔

میں نے ہمارے شیخ ابو العباس مُرسی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ، ”طی (مسافت کو طے کرنا) دو قسم کی ہے، (۱) طی اصغر (۲) طی اکبر۔
طی اصغر تمام اولیاءِ کرام کو حاصل ہوتی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے لئے زمین کو ایک آن میں مشرق سے مغرب تک سمیٹ دیا جاتا ہے۔اور طی اکبر سے مراد نفس کے اوصاف کو سمیٹ دینا ہے۔“

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا، کیونکہ اگر تجھے اللہ تعالیٰ زمین کو ایک آن میں طے کرنے سے عاجز کردے اور تجھ سے یہ صلاحیت سلب کرلے تو اِس سے اللہ کے نزدیک تیرے مرتبہ میں کوئی کمی نہ آئے گی اگر تو عبودیت میں وفاداری کے ساتھ قائم ہے۔جبکہ تو اگر نفس کے اوصاف کو طے نہ کرے تُو تُو عتاب والوں میں سے ہوجائے گا اور تیرا حشر غافلین میں کیا جائیگا۔

امام ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو کرامات ہی ایسی ہیں جو جامع اور محیط ہیں۔ایک یقین کی زیادتی اور عیان کے شہود کے ساتھ ایمان کی کرامت

، اور دوسری متابعت اور دعاوی ودھوکہ دہی سے بچتے ہوئے بے لوث عمل کی کرامت۔ پس جس کو یہ عطا کردی گئی ہوں پھر وہ ان دو کرامتوں کے سوا کسی اور کرامت کا شوق رکھتا ہو تو وہ مفتری، کذاب اور علم وعمل میں خطا کرنے والا ہے جیسے کسی کو عزت ووقار کے ساتھ بادشاہ کے دربار میں حاضری کا شرف بخشا گیا ہو مگر وہ اسے چھوڑ کر چوپایوں کی نگرانی کا شوق رکھنے لگے۔ چنانچہ ہر وہ کرامت جس کے ساتھ اللہ کی رضا نہ ہو اس کرامت کا حامل استدراج وفریب میں یا وہ ناقص یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہے۔

جان لو کہ بعض غیبی معاملات کی اولیاء کو خبر ہو جانا عقل کے نزدیک محال نہیں ہے بلکہ اس حوالے سے احادیث بھی وارد ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض موت میں جبکہ اُن کی زوجہ حاملہ تھیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آپ کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں اور خارجہ کے بطن میں میرے علم میں لڑکی ہے۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کے بطن میں لڑکی کی خبر دی اور وہی ہوا جو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول کہ اے ساریہ پہاڑ کی اوٹ لو۔ اس وقت حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ عراق کے دور دراز علاقے میں تھے، پس ساریہ نے ان کی آواز سنی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ساریہ کی اطلاع اس حال میں دی تھی کہ انھیں دشمن نے گھیر لیا تھا چنانچہ آپ نے انھیں پہاڑ کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر اپنے لشکر سمیت پہاڑ کی طرف چلے گئے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انھیں مدد ملی اور وہ فتح یاب ہوئے حالانکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وقت کہی جب آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ چھوڑا اور فرمایا اے ساریہ! پہاڑ کی طرف اور پھر دوبارہ خطبہ شروع فرما دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل

دیکھ کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ جب حضرت عمر خطبہ پڑھ رہے تھے تو انھوں نے خطبہ چھوڑ کر فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف، پھر دوبارہ خطبہ شروع کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمھاری خرابی ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق کلام نہ کرو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملہ میں داخل ہوتے ہیں تو ان کے لئے نکلنے کی کوئی نہ کوئی راہ ہوتی ہے۔ پھر کچھ دنوں بعد ساریہ رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے اُس دن اور اس وقت کی خبر دی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ندا کی تھی۔

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قول کہ جب ان کی خدمت میں ایک شخص آیا کہ جس نے راستے میں کسی عورت کے محاسن کی طرف نظر کی تھی، کہ تم میں سے کوئی اس حال میں آتا ہے کہ زنا کے آثار اس کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ اس باب میں بہت حیرت انگیز ہے۔ تاریخ نویسوں نے ذکر کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں اطلاع ملی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے یہ خبر سن کر فرمایا: اللہ کی قسم ان کا انتقال نہیں ہوا اور وہ اس وقت تک نہیں انتقال کریں گے جب تک اس زمین کے مالک نہ ہو جائیں جو میرے قدموں تلے ہے۔ معاویہ ابن ہند رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس بات کو پھیلا دیں تاکہ سب کو اس بات کا علم ہو جائے۔ پس اُسی دن اہل کوفہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تھی اور انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ کوفہ کا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف پھرے گا۔

اولیاء کی حکایات ہر زمانہ ہر شہر میں اس کثرت سے ہیں کہ وہ تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں اور ان کا انکار ممکن نہیں۔ اللہ تم پر رحم فرمائے میں تمھیں اس سے بھی آسان بات بتاتا ہوں جس کی وجہ سے تمھیں کرامات اولیاء کی تصدیق آسان ہو جائیگی۔ اور وہ یہ ہے کہ

ولی کو اللہ کے مغیبات پر اطلاع نہ تو اس کے جسم کی وجہ سے ملتی ہے اور نہ ہی اس کی صورت کی وجہ سے بلکہ وہ تو حق تعالیٰ کے نور کے وسیلے سے ملتی ہے۔ اس پر دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے، **"ڈرو مؤمن کی فراست سے کہ بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"** (البخاری فی التاریخ، ترمذی، طبرانی، ابن عدی) پس اللہ اگر اپنے کسی بندے کو غیب پر مطلع فرمائے تو مؤمن کو کیوں تعجب ہوگا جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہادت دے چکے ہیں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے نہ کہ اپنے نفس سے۔ اسی طرح وہ حدیث جو گذشتہ صفحات میں گذری کہ، ''اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔۔۔'' اور جس کی بصیرت حق تعالیٰ ہو تو اُسے غیب پر اطلاع ملنا کوئی عجیب بات نہیں۔ اور مذکورہ حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں کہ، ''اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کی سماعت، بصارت، قلب، عقل اور مدد کرنے والا ہاتھ بن جاتا ہوں۔''

اگر تم کہو کہ پھر اس آیت مبارکہ کا کیا معنی ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ،

''عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً'' (سورہ جن:۲۶۔۲۷پ۲۹)

ترجمہ کنز الایمان: ''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا''۔ اس آیت میں غیب کے حوالے سے صرف رسولوں کا استثناء کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے ہمارے شیخ ابو العباس مُرسی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ ''جو اس کے معنی میں داخل ہے یا صدیق یا ولی۔'' اگر تم اعتراض کرو کہ یہ کتاب اللہ پر زیادتی ہے؟ تو جواب سمجھ لو کہ جب یہ کہا جائے کہ بادشاہ نے آج وزیر کے علاوہ کسی کو داخلے کی اجازت نہیں دی تو اس اجازت میں وزیر کے ساتھ اس کے غلام بھی شامل ہوتے ہیں گویا کہ ان کے آقا کو اجازت ملنا ان غلاموں کے لئے بھی اجازت ہے۔ اسی طرح ولی کا معاملہ ہے کہ جب اُسے کسی غیب پر اطلاع ملتی ہے تو وہ نبوت کے وسیلے اور اس کی سچی متابعت ہی کی وجہ سے ملتی ہے۔ پس وہ اپنی ذات سے اطلاع نہیں پاتا بلکہ وہ تو اپنے متبوع (نبی علیہ السلام) کے نور سے دیکھتا ہے، اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ بندوں کو غیب کی اطلاع نہیں ہوتی ہاں جسے اللہ چاہے مطلع فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ وہ کیوں غیب پر اطلاع دیتا ہے اور کسے دیتا ہے اور اطلاع دینے کا سبب یہ بیان فرمایا کہ وہ بندہ اُس کا پسندیدہ بندہ ہوتا ہے جیسا کہ آیت کے حصے ''الامن ارتضٰی'' سے ظاہر ہے۔ نیز فرمان باری تعالیٰ میں ''من رسول'' کہہ کر رسول کو خاص طور پر ذکر کیا گیا اور نبی یا صدیق یا ولی کا ذکر نہیں کیا گیا اگر چہ یہ تمام لوگ وہ ہیں کہ جن سے اللہ راضی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر دیگر لوگوں کے مقابلے میں رسول کا ذکر کرنا ہی اَولیٰ تھا۔

اب چند وہ امور بیان کئے جاتے ہیں جو تمھارے لئے کرامات اولیاء کے عقیدہ کو سمجھنے میں آسانی کردیں گے اور تم ان کرامات کو اولیاء کے اعتبار سے بعید نہ سمجھو گے۔

اول: تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ولی سے کرامت کا اظہار اللہ کی قدرت کرواتی ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی شی نہیں۔ چنانچہ تم بندے کی کمزوری کی طرف نظر کرنے کے بجائے اس کے مولیٰ تعالیٰ کی قدرت کی طرف نظر کرو لہٰذا ولی کی کرامت کا انکار حقیقۃً اللہ قدرت والے کی قدرت کا انکار ہے اور تمھاری نابینائی نے تمھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وصف کی عظمت کو دیکھنے سے منع کردیا۔

ثانی: بعض اوقات کرامت کے انکار کا سبب یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کرامت کو بہت بڑا کام جانتے ہیں اور جس کی طرف اس کرامت کو منسوب کیا جاتا ہے اسے اس قابل نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جو کرامت صادر ہوئی وہ تو اس ولی کے مقتداء (نبی) کے طریقے کی

سچائی کی شہادت کے طور پر صادر ہوتی ہے چنانچہ جس سے یہ حیرت انگیز کام صادر ہوتا ہے اس کے حق میں یہ کرامت ہوتی ہے اور جس کی پیروی کی برکت سے یہ کام ظاہر ہوتا ہے اُس کے حق میں یہ معجزہ ہوتا ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا، ''ولی کی ہر کرامت اُس نبی کا معجزہ ہوتا ہے کہ جس کی یہ ولی اتباع کرتا ہے۔'' چنانچہ تم تابع (ولی) کو نہ دیکھو بلکہ اُس کے متبوع (نبی) کی شان کی طرف نظر کرو۔

ثالث: تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اولیاء کو جو ایمان ویقین کی دولت عطا فرمائی جس کی تم بھی تصدیق کرتے ہو اور اسے ثابت مانتے ہو، وہ اس شی (کرامت) کے مقابلے میں زیادہ عظمت والی ہے جس کا تم انکار کرتے ہو جیسے غیب پر مطلع ہونا، ہوامیں اڑنا یا پانی پر چلنا۔ چنانچہ تم جیسا آدمی اگر مؤمن کی کرامت کو بہت بڑا کام سمجھے تو تمھاری مثال بادشاہ کے مصاحب پر حیران ہونے والے کی سی ہے جسے بادشاہ نے بیش قیمت زیور دیا جو کہ بہت مہنگے یاقوتوں سے جڑا ہو۔ اور تمھیں اس بات کا علم ہو کہ ان میں سے ہر یاقوت کم از کم دس ہزار دینار کا ہے۔ پھر بادشاہ کے مصاحب نے کہا یا اُس سے کسی نے کہا کہ بادشاہ نے تمھیں سو دینار دیئے ہیں۔ اب تم سو دینار کا سن کر حیران ہو جاؤ کہ اتنی بڑی رقم اِسے ملی ہے! تو کیا کوئی سمجھدار انسان تمھاری اس حیرانی کو درست قرار دیگا؟ سن لو! اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں بندوں کو اپنی ذات پر ایمان اور اپنی ربوبیت کی معرفت سے بڑھ کر کوئی کرامت عطا نہیں فرمائی کیونکہ دنیا وآخرت کی ہر بھلائی ایمان ہی کی شاخیں ہیں مثلاً اَحول ومقامات، اَوراد و واردات، ہر نور، علم وفتح، غیب پر اطلاع، خطاب کو سننا، کرامت کا جاری ہونا اور اس کے علاوہ جو جنت کے ضمن میں حور، محلات، نہریں، پھل، جنت میں اس کے اہل جن سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی، دیدار الٰہی وغیرہ، یہ سب ایمان کے نتائج، اس کے آثار کے وجود اور اس کے انوار کی امداد ہیں۔

اللہ ہمیں اور تمھیں اپنی اس ربوبیت پر ایمان لانے والوں میں کردے جسے اُس نے اپنے خاص بندوں کے پسند فرمایا اور ہمیں اور تمھیں اپنی مراد کو تسلیم کرنے کی وسعت عطا فرمائے۔

جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو بے یار ومددگار چھوڑ دیا چنانچہ انھوں نے اولیاء اللہ کی کرامات کا سرے سے انکار کردیا۔ ہم ایسے مذہب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اگرچہ یہ عقیدہ اس قابل نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے مگر اس کے ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ تمھیں معلوم ہوجائے کہ جب اللہ کسی کو گمراہ کرتا ہے تو نہ اس کی عقل کام آتی ہے اور نہ ہی اس کا علم۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، ''وَمَن يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهُ فَلَن تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا'' (سورہ مائدہ: ۴۱ پ ۶) ترجمہ کنز الایمان: ''اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فَإِن زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ'' (سورہ بقرہ: ۲۰۹ پ ۲) ترجمہ کنز الایمان: ''اور اگر اس کے بعد بھی بچلو (پھسلو) کہ تمہارے پاس روشن حکم آ چکے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ'' (سورہ مؤمنون: ۸۸ پ ۱۸) ترجمہ کنز الایمان: ''اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا''۔

اسی لئے بندے کے تمام احوال، اقوال، افعال اور نزول کے مراتب اللہ تعالیٰ کی توفیق پر موقوف ہوتے ہیں۔ یہ تمام معاملات نہ انوار کو لازم کرتے، نہ ہی قبول ہوتے اور نہ

ہی ان کے حامل کوکوئی عزت ملتی جب تک توفیق الٰہی مدد نہ کرے۔ توفیق الٰہی کی قدر ومنزلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے صرف ایک مقام پر ذکر فرمایا ہے، "وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلاَّ بِاللّٰهِ" (سورہ ھود:۸۸پ۱۲) ترجمہ کنز الایمان: "اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے"۔ اور جسے توفیق کی دولت ملے تو اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر کام کو انجام دینے یا چھوڑنے کے وقت خود کو اللہ تعالیٰ کا محتاج، اس کے سامنے خود کو ذلت ورسوائی کے سمندر میں ڈوبا پاتا ہے اور اس کی یہ حالت اس کام سے فارغ ہونے تک بلکہ ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ" (آل عمران:۱۲۳پ۴) ترجمہ کنز الایمان: "اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے"۔

فرمان باری تعالیٰ ہے کہ: "إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ" (سورہ توبہ:۶۰ پ۱۰) ترجمہ کنز الایمان: "زکوۃ تو انہی لوگوں کے لیے ہے محتاج اور نرے نادار"۔ پس تو اپنے علم، عمل اور عطا کیے گئے نور وفتح کی جنت میں وہ بات کہتے داخل نہ ہو جو رسوا کیے گئے شخص نے کہی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هَذِهِ أَبَدًا" (سورہ کہف: ۳۵پ ۱۵) ترجمہ کنز الایمان: "اپنے باغ میں گیا اور اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا بولا مجھے گمان نہیں کہ یہ کبھی فنا ہو"۔ بلکہ تو اس جنت میں ایسے داخل ہو جیسا کہ تمھارے لئے بیان کیا گیا اور وہ کہہ جو تمھارے لئے پسند کیا گیا: "وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" (سورہ کہف:۳۹پ۱۵) ترجمہ کنز الایمان: "اور کیوں نہ ہوا کہ جب تو اپنے باغ میں گیا تو کہا ہوتا جو چاہے اللہ ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ کی مدد کا"۔ یہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان مبارک کو سمجھنے کی کوشش کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **"لاحول ولاقوۃ الاباللہ" جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔** اور ایک روایت کے مطابق **"عرش تلے خزانوں میں سے ایک ہے۔"** (رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد، والترمذی وابن ماجہ بالفاظ مختلفۃ) اس حدیث شریف میں ظاہر الفظ "کنز" (خزانہ) استعمال ہوا اور اس میں جو مکنوز یا مخزون ہے وہ ذاتی حول قوۃ (نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی طاقت) سے سچی برأت اور اللہ تعالیٰ کی حول قوۃ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

جو لوگ اولیاء کرام کی کرامت کا انکار کرتے ہیں انکے رد میں عقلی ونقلی دلائل موجود ہیں اور اس عقیدے والے کے بارے میں برے خاتمہ کا خوف ہے۔

لوگوں میں سے ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو اُن اولیاء کرام کی کرامات کی تصدیق کرتا ہے جو اولیاء ان کے زمانے میں نہیں جیسے معروف کرخی، جنید بغدادی اور ان کے مثل دیگر بزرگ مگر اپنے زمانے کے اولیاء کی کرامت کا انکار کرتے ہیں۔ ایسے لوگ امام ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق اسرائیلیوں کی طرح ہیں کہ جنھوں نے حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کی تصدیق کی مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی کیونکہ یہ منکرین سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے لوگ تھے۔

ایک اور فرقہ ہے جو اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اللہ کی مملکت میں ایسے اولیاء ہیں جو صاحب کرامت ہیں مگر زمانے کے کسی معین ولی کی کرامت کو تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ جب کوئی ان سے کہتا ہے کہ فلاں ولی ہے یا اس کی جانب کسی کرامت کو منسوب کیا جائے تو وہ لوگ خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہوئے غفلت کی رسیوں سے جکڑی

فریبی عقل کی بنیاد پر اس کی نفی کر دیتے ہیں۔ لہذا اُن کا کرامت کا اس طرح تصدیق کرنا انھیں نہ تو اقتداء کا فائدہ دیتا ہے اور نہ ہی ہدایت کا کیونکہ اللہ کی مملکت میں کسی مجہول ولی کی اقتداء نہیں ہو سکتی بلکہ اقتداء اسی ولی کی ہو سکتی ہے جس کی طرف تمھیں اللہ تعالیٰ دلالت کرے اور تمھیں اس خصوصیت پر مطلع کر دے جو اس ولی میں ودیعت کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ تم سے اس ولی کی بشریت کے شہود کو اس کی خصوصیت کے وجود میں غائب کر دیگا۔ تمھاری رسی اس کے ہاتھ میں دے دیگا۔ پس وہ تمھیں ہدایت کی راہ پر چلا دیگا، نفس کی رعونت، اس کی گھاتوں اور پوشیدہ باتوں پر اطلاع دیدیگا، اللہ کی طرف جمعیت پر رہنمائی فرمائیگا، اللہ کے سوا ہر شیء سے فرار ہونے کا علم دیگا، تمھیں تمھارے راستے پر چلا دیگا حتی کہ تم اللہ تک پہنچ جاؤ گے، نفس کی برائیوں سے آگاہ کر دیگا، اللہ کے احسان کی پہچان کروادیگا، پس وہ تمھیں نفس کی برائیوں اور اس کی جانب میلان سے نکلنے کی راہ بتائے گا چنانچہ تم اللہ کی طرف سے عطا کئے گئے علم کے ذریعے اس (شیخ) کی عظمت کو پہچانو گے، اس کا شکریہ ادا کرو گے اور ہمیشہ اس کی بارگاہ میں حاضر رہو گے۔

اگر تم کہو کہ وہ شخصیت کہاں ہے جس میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں؟ آپ نے تو مجھے عنقاء پر دلالت کی ہے۔

جان لو کہ اللہ پر دلالت کرنے والوں کا وجود کمیاب نہیں ہے بلکہ تمھارے طلب کی سچائی کمیاب ہے۔ تم سچی کوشش کرو تمھیں مرشد مل جائیگا اور تمھیں یہ بات اللہ کی کتاب میں مل جائیگی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ'' (سورہ نمل: ۶۲ پ ۲۰) ترجمہ کنز الایمان: ''وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے''۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، ''فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ'' (سورہ محمد: ۲۱ پ ۲۶) ترجمہ کنز الایمان: ''تو اگر اللہ سے سچے رہتے تو ان کا بھلا تھا''۔ اگر تم واقعی مرشد کی تلاش میں ایسے بے تاب ہو جیسا پیاسا پانی کی تلاش میں اور خوفزدہ امن کی تلاش میں تو تم اسے اپنی طلب کے ساتھ ہی پالو گے۔ اگر اللہ کی بارگاہ میں ایسے مضطر ہو جاؤ جیسے ماں گم شدہ بچے کی تلاش میں ہوتی ہے تو تم حق کو اپنے قریب پاؤ گے اور وہ تمھیں جواب دیگا۔ اگر تم ایسے مرشد کو پانا ممکن سمجھتے ہو تو حق تعالیٰ اُسے تمھارے لئے ظاہر فرمادیگا۔ ہمارا یہ کلام کرامت کے جواز اور وقوع دونوں کو شامل ہے۔

اور وہ کرامات جن پر بزرگانِ دین رضی اللہ عنہم متفق ہیں ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ استاد ابو القاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس حوالے سے بہت اچھی گفتگو فرمائی اور اس پر مستقل ایک باب باندھا ہے۔

جان لو! کرامت کبھی تو ولی کے لئے اس کے نفس ہی میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی اُسی کے لئے غیر میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ولی کے نفس میں ظاہر ہو تو اس کا مقصد اُس ولی کو اللہ کی قدرت، فردیت، اُحدیت کی پہنچان کروانا اور یہ کہ اللہ کی قدرت اسباب پر موقوف نہیں ہوتی اور نہ ہی منفعتیں اس ذات پاک پر حاکم ہیں بلکہ وہ منفعتوں پر حاکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منفعت، واسطے اور اسباب کو اپنی قدرت کا حجاب اور اپنی اُحدیت کے سورج کا ابر بنایا پس جو یہیں رک جائے وہ بے یار و مددگار ہے اور جو ان رکاوٹوں سے گذر کر اللہ تک پہنچ جائے وہی عنایت الٰہی کو پانے والا ہے۔ امام ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامت کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ولی کو اپنے علم، قدرت، ارادے، صفات ازلیہ کی پہچان اس طرح سے کروادیتا ہے کہ وہ جان لیتا ہے کہ یہ جمع ہے ان میں افتراق نہیں اور یہ ایسا امر ہے جو متعدد نہیں گویا کہ یہ سب صفات مثل ایک صفت کے ذات واحد میں قائم ہیں۔ امام ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ کیا وہ دونوں

برابر ہو سکتے ہیں جن میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے وسیلے سے اپنی پہچان کروائی اور دوسرے نے اپنی عقل سے اللہ کو پہچانا؟

معلوم ہوا کہ کرامت جس سے ظاہر ہو اس کے لئے مثبت (اللہ کے عرفان پر ثابت قدمی کا سبب) ہے چنانچہ یہ ممکن ہے کہ مبتدیوں کو ابتداء ہی میں مل جائے اور منتہیوں (بلند مقام والوں) کو آخر میں بھی نہ ملے کیونکہ منتہی لوگ رسوخ و یقین قوت و تمکین کے جس مرتبہ میں ہوتے وہاں انھیں مثبت (کرامت) کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح سلف صالحین کا معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انھیں ظاہری کرامات کا محتاج نہ کیا اللہ نے انھیں غیبی معارف اور شہادت دینے والے علوم عطا فرمائے تھے اور ظاہر ہے کہ پہاڑ کو لنگر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ کرامت احسانات الٰہیہ میں شک کے زلزلے کو دفع کرنے والی، جس سے ظاہر ہو اُسے اللہ کے فضل کی پہچان کروانے والی اور اُسے استقامت کے ساتھ بارگاہِ حق میں حاضر کرنے والی ہوتی ہے۔

کرامات کے حوالے سے لوگ تین قسم کے ہیں۔ ایک قسم تو وہ جو کرامات کو ولایت کی انتہا سمجھتی ہے اور جس سے صادر ہو اُسے نہایت عظیم جانتے ہیں اور جس سے کرامت کا صدور نہ ہو اُس کی تعظیم و توقیر نہیں کرتے۔

اور ایک قسم وہ ہے جو یہ کہتی ہے کہ یہ کرامات کیا ہیں؟ یہ تو ایک دھوکہ ہے جس میں اہلِ ارادہ (سالکین طریقت) کو پھانسا جاتا ہے تا کہ وہ اپنی حدود میں رہیں اور کسی ایسے مقام کو طلب نہ کریں جو اُن کے لئے نہیں حتیٰ کہ ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عباس رقی سے فرمایا کہ تمھارے ساتھی اُن اُمور (کرامت) سے متعلق کیا کہتے ہیں کہ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عزت دیتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جو اس پر ایمان رکھتا ہو۔ ابوتراب نخشبی نے فرمایا جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اس نے انکار کیا۔ اور میں نے آپ سے آپ کے ساتھیوں کے احوال کا طریق معلوم کیا تھا تو آپ نے کہا کہ میں اُن کے بارے میں نہیں جانتا مگر حق یہ ہے کہ آپ کے ساتھی گمان کرتے ہیں کہ کرامت حق کی جانب سے خفیہ تدبیر ہے۔ کیا یہ بات درست نہیں ہے؟ کرامت تو سکون کی حالت میں دھوکہ ہے مگر جو اس پر نہ پھولے اور نہ اس پر ٹھہر جائے تو یہ ربانیین کا مرتبہ ہے۔

غور کیجئے یہ ابوتراب نخشبی ہیں کہ ایک مرتبہ جب اُن کے ساتھی پیاس میں مبتلا ہوئے تو انھوں نے زمین پر ہاتھ مارا تو پانی کا چشمہ نمودار ہو گیا۔ ایک جوان نے کہا کہ میں یہ پانی پیالے میں پینا چاہتا ہوں۔ آپ نے دوبارہ اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور شیشے کا شفاف پیالہ اُس جوان کو دیا جس سے اُس نے بھی پیا اور ہمیں بھی پلایا۔ ابو العباس رقی کہتے ہیں وہ پیالہ مکہ شریف تک ہمارے پاس رہا۔

دوسری قسم: ولی کے لئے کرامت غیر میں ظاہر ہو۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُس شخص پر اس ولی کے طریقے کی سچائی کو ظاہر کیا جائے تا کہ اگر وہ شخص منکر ہے تو اعتراف کر لے، کافر ہے تو ایمان لے آئے اور اگر تجھے اس کی ولایت میں شک ہو تو اللہ تجھ پر اس ولی پر کی جانے والی عطا و نعمت کو ظاہر فرماتا ہے۔

اس مقدمہ میں کلام طویل ہو گیا مگر یہ ہمارے اختیار سے نہیں بلکہ اس میں کچھ علوم و اسرار شامل اور یہ اُس پر ظاہر ہونگے جس کے لئے خصوصی نعمت اور انوار کی چمک ہے۔

اب یہ ابتداء ہے اس کام کی جس کا ہم نے ارادہ کیا اور اس کا اظہار ہے جس کا ہم نے قصد کیا۔ اللہ ہی بیان کے ساتھ قائم ہے اور وہی فضل و احسان فرمانے والا ہے۔ اسی کے لئے حمد ہے جیسا کہ اس کے جلال کے لائق ہے اور اسی کے لئے شکر ہے اس کی لگاتار